اہلبیتؑ؟

مولانا السیّد ذیشان حیدر جوادی

مرکز حسینی۔ جنّت محل حسن منزل۔ الہ آباد

60 N.P

(مطبوعہ اکرام حسین پریس نزد جوادیہ کالج پہلاد گھاٹ۔ فون ۶۰۳۸ بنارس)

اداریہ

"فتنۂ صحابیت" کی اشاعت کے بعد شہر الہ آباد جن حالات سے دوچار رہا وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں ہیں۔ ہمیں اس بات کا انتہائی افسوس ہے کہ ہم اپنے قارئین کرام کی تسکین کا خاطر خواہ انتظام نہیں کر پاتے۔ جب بھی اپنے پروگرام کو مرتب شکل میں پیش کرنے کا ارادہ کرتے ہیں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیش آجاتی ہے ہمیں اپنے پڑھنے والوں سے وہ شکوہ نہیں ہے جو عام ادارے والوں کو ہوا کرتا ہے۔ ہم اس اعتبار سے اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہیں کہ ہماری کتابوں کے بارے میں ارباب نظر کا تقاضا برابر جاری رہتا ہے اور وہ اپنی ہمت افزائی سے ہمارے حوصلوں کو کسی آن بھی پست نہیں ہونے دیتے۔ اتنا ضرور ہے کہ زبانی حوصلہ افزائی کرنا یا کتاب کا اشاعت کے بعد خرید لینا اس مقصد کی تکمیل کا سہارا نہیں بن سکتا جس کے لئے ہم نے قدم اٹھایا تھا۔ اسلئے کہ خریداری اشاعت کے بعد کی منزل ہے اور ہمیں ساری دشواریاں اشاعت ہی میں برداشت کرنا پڑتی ہیں تاہم آپ کے ذوق نظر پر اعتماد کرتے ہوئے ہم نے ہمیشہ بہتر سے بہتر مواد پیش کرنے کی ہمت کی ہے اور اب بھی حالات کے مقابلے میں سپر انداختہ نہیں ہوئے بلکہ ایک نیا عزم یہ کیا ہے کہ خالص شیعی لٹریچر کے ساتھ عام اسلامی موضوعات پر بھی رسالے شائع کرتے رہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں

علامہ السید ذیشان حیدر صاحب جوادی کے علاوہ دیگر ارباب قلم سے بھی گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے اور امید ہے کہ زیر نظر رسالہ کے بعد اس سلسلے کی پہلی کڑی "ذہنی کشمکش اور مذہب" منظر عام پر آجائے گی

یہ اشاعت کسی قدر مبسوط ضرور ہوگی۔ اسلئے کہ اس میں مذہب پر ہونیوالے اعتراضات، مذہب کی ضرورت و اہمیت اور اسلام کے امتیازی خطوط پر سیر حاصل بحث کی جائے گی لیکن آپکی حوصلہ افزائیوں سے قوی امید ہے کہ خود بھی ملاحظہ فرمائینگے اور اپنے دیگر برادران اسلام کو بھی دعوت نظر دیں گے

دور حاضر کے نامساعد حالات میں ہم نے یہ قدم صرف اسی لئے اٹھایا ہے کہ ہمارے دیگر برادران اسلام ان موضوعات پر خامہ فرسائی کر کے نئی نسل کو اسلامی اصول سے آگاہ کرنے کا کام ضرور کر رہے ہیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی مذہب کی تعبیر میں ان جدید خیالات سے متاثر ہو جاتے ہیں جو ان کے لاشعور میں محفوظ رہتے ہیں اور وہ انہیں مذہب کا خاکہ تصور کر لیتے ہیں

کتاب کے بارے میں ہمارا اپنا کوئی فیصلہ نہیں ہے اس کا صحیح فیصلہ آپکا مطالعہ کرے گا۔

ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا کہاں سے کہاں پہونچ گئی

صدر اسلام کے مسلمات مشکوک نگاہوں سے دیکھے جانے لگے، بے جا تقدیس و اعزاز کے جذبات نے حقائق کو مسخ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، امت اسلامیہ کے احسان فراموش اور محسن کش افراد نے آل محمدؐ کے فضائل و کمالات پر پردہ ڈالنے کی تمام تدبیریں صرف کر دیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ حقیقت کی تابانی روپوش نہ ہو سکی۔ اور کمال کا سورج "تاریخ سازی" کے حجابات سے اپنی شعاعیں پہونچاتا رہا۔

سواد اعظم نے زمانہ کا رخ دیکھ کر حکومتوں کے کردار کی اصلاح و تاویل میں جو قدم اٹھائے ہیں ان میں سب سے اہم اور خطرناک اقدام آل محمدؐ کی توہین و تذلیل کا تھا۔ اس کام کیلئے دو ذریعہ اختیار کیے گئے کبھی اُن کے فضائل پر پردہ ڈالا گیا اور کبھی ان کے کمالات کو دوسرے نااہل افراد کی طرف منسوب کر دیا گیا

کیا تاریخ اس حقیقت کو نظر انداز کر دے گی کہ علیؑ نے بستر رسولؐ پر لیٹ کر جس جذبۂ ایثار و قربانی کا ثبوت دیا تھا اس کی مثال عالم امکان میں محال تھی لیکن

اس کے باوجود شام کے حاکم ابوسفیان کے اسلام کش فرزند معاویہ نے سمرہ بن جندب کو چار لاکھ درہم صرف اس بات کے لئے دے دیئے کہ وہ شب ہجرت کے ایثار کی آیت "ابن ملجم" کی شان میں روایت کردے اور اس کے قبل رسولؐ سے تنازع اور زمین میں فساد کی آیت کو علیؑ ابن ابیطالب سے متعلق بنادے، تاکہ دنیا ابن ملجم کو رسول اعظمؐ کا محسن اور علیؑ ابن ابی طالب کو حضورؐ کا جانی دشمن تصور کرنے لگے اور اس طرح ابن ملجم جیسے افراد کی تائید معاویہ کی حکومت کو خالص اسلامی حکومت بنادے اور علیؑ کی مخالفت ایک بے معنی سی شے ہوجائے!

"روایت ساز" اور "عقل بیزار" افراد نے اپنی جعلسازی میں دین و دیانت کو تو پس پشت ڈال ہی دیا تھا عقل و منطق سے بھی بیزاری کا اعلان کردیا۔ انھوں نے کسی مقام پر یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ ہماری روایت صاحبان فکر و نظر اور ارباب عقل و خرد کی نگاہوں سے گذرے گی، اس پر بحثیں ہوں گی، تنقیدی نظریں پڑیں گی اور آخر کار ہماری عیاری کا بھرم کھل جائے گا انھوں نے ہمیشہ اپنے مفاد کو پیش نظر رکھا اور عقل و منطق کی پرواہ کئے بغیر خواہشات کی وادی میں قدم جمائے رہے

ان تمام موضوعات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے، موضوع بحث لفظ "اہلبیت" ہے جسے رسول اکرمؐ کی عترت و ذریت سے کھینچ کر آنحضرتؐ کی ازواج کی طرف لیجایا جارہا ہے، کوشش یہ ہے کہ اہلبیت کے بارے میں وارد ہونیوالے فضائل و کمالات کو آنحضرتؐ کی ازواج کی طرف موڑ دیا جائے اور ذریت کو جملہ محامد و اوصاف سے عاری و بیگانہ بنادیا جائے،

"اہلبیت" کے بارے میں جو فضائل و مناقب وارد ہوئے ہیں اُن میں اہم ترین شے آیت تطہیر ہے جس میں اُن کی کامل پاکیزگی، مکمل طہارت و عصمت اور عظیم منزلت کا اعلان کیا گیا ہے، ارادہ یہ ہے کہ اس اعلان کو بھی ان سے سلب کر کے ازواج ہی کو عطا کر دیا جائے" تاکہ ازواج کے کردار کی ذمہ داری خالق کائنات پر رہے اور آل رسولؐ کے کردار پر ہر ناسزا حملہ اور ناروا اعتراض کا موقع مل سکے!

اس ارادہ کی راہ میں جو شے حائل ہو کر رکاوٹ پیدا کر رہی تھی "اہلبیت" کی شان میں بے شمار حدیثیں تھیں جن میں انھیں اہل زمین کے لئے باعث امان، امت کے لئے وجہ نجات، قرآن کے لئے ہمسر، مسلمانوں کے لئے ہادی و رہبر قرار دیا گیا تھا — اس لئے صاحب "تحفہ کربلا" جیسے "خارجی المسلک" افراد نے اہلبیت کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا، "اہلبیت قرآنی" "اہلبیت حدیثی"

کہ "اہلبیت قرآنی" سے مراد ازواج ہیں اس لئے کہ قرآن میں اہلبیت کی لفظ انھیں کے تذکروں کے درمیان میں وارد ہوئی ہے اور "اہلبیت حدیثی" سے مراد پنجتن پاک ہیں اس لئے کہ ان کے فضائل و اوصاف میں یہ لفظ صرف احادیث میں استعمال ہوا ہے قرآن کریم نے ان کے بارے میں یہ لفظ نہیں استعمال فرمائی؟

اس سلسلے میں آیات و احادیث دونوں سے مفصل بحث کرنی ہے اس لئے اس تقسیم پر کوئی عبوری تبصرہ نہیں کرنا ہے البتہ اس مغالطہ کو واضح کرنے کے لئے اس بات کی طرف متوجہ کر دینا ضروری ہے کہ احادیث میں لفظ اہلبیت کا پنجتن پاک کے لئے استعمال اگر صرف ان فضائل کے ذیل میں ہوا ہے جو آیت تطہیر سے غیر متعلق ہیں تب تو اس تقسیم کا کوئی عقلی منشا ر بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر حدیث شریف

آیت ہی کے ذیل میں اہلبیت سے مراد پنجتن پاک کو قرار دیا ہو تو یہ تقسیم ایک مغالطے زیادہ کچھ نہ ہو گی اور نتیجہ یہ ہو گا کہ خمسہ نجباء اہلبیت کے مصداق ہیں اور ازواج سے آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریمؐ سے بہتر آیت کی تفسیر کرنیوالا کوئی نہیں ہو سکتا

دوسری بات یہ بھی ہے کہ آیت تطہیر میں "اہلبیت" سے خمسہ نجباء کا مراد ہونا تو قطعی اور یقینی ہے۔ بحث صرف یہ ہے کہ اس لفظ میں ازواج کی بھی گنجائش ہے یا نہیں؟ لہذا ایسی صورت میں اہلبیت سے صرف ازواج کو مراد لینا تمام علماء اسلام کے اجماع کی مخالفت اور اُن تمام احادیث کی تکذیب ہے جن میں سرکار دو عالمؐ نے خمسہ نجباء کو لفظ اہلبیت سے تعبیر کرتے ہوئے انھیں آیت کا مصداق قرار دیا ہے

اس مختصر تمہید کے بعد ہمیں ایک نظر آیت تطہیر اور اس کے قبل و بعد کی آیتوں پر کرنا پڑے گی تا کہ آیت کی باریکیوں کو نظر میں لانے کے بعد یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ آیت کے دامن میں ازواج کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟

ارشاد ہوتا ہے "یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما"

"اے پیغمبر اپنی ازواج سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ ہم تمھیں حسن وخوبی کے ساتھ رخصت کردیں اور اگر اللہ و رسول اور

روز آخرت کی طالب ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک کردار عورتوں کے لئے اجر عظیم مہیا کر دیا ہے"

اس آیت میں سب سے زیادہ قابل توجہ دو باتیں ہیں

۱۔ خطاب نبی کے ذریعہ سے ہوا ہے اور مخاطب لفظ "ازواج" کو قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ آیت مقام مدح میں نہیں ہے بلکہ ان کے نامناسب عزائم پر عتاب کر رہی ہے اور اجر عظیم کا وعدہ صرف ان عورتوں سے کر رہی ہے جن کا کردار اچھا اور جن کا عمل صالح ہو

"یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین وکان ذالک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نؤتہا اجرہا مرتین واعتدنا لہا رزقا کریما ۞ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا"

"اے زنان پیغمبر جو تم میں سے کھلی ناشائستہ حرکت کا ارتکاب کرے گی اسے دوہرا عذاب دیا جائیگا اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے اور جو خدا و رسول کا اتباع اور عمل صالح کرے گی اسے دوہرا اجر ملے گا اور ہم نے

اس کے لئے بہترین رزق مہیا کر رکھا ہے اے زنانِ پیغمبر تم
عام عورتوں جیسی نہیں ہو بشرطیکہ تقویٰ اختیار کئے رہو لہٰذا اپنی
باتوں میں لوچ نہ پیدا کرو ایسا نہ ہو کہ بدگمان لوگ کسی اور
لالچ میں پڑ جائیں تم اچھی اچھی باتیں کیا کرو اپنے گھروں میں
بیٹھو پہلی سی جاہلیت کا بناؤ سنگار نہ کرو نمازیں قائم کرو
زکوٰۃ ادا کرو خدا اور رسول کی اطاعت کرو

اے اہلبیت اللہ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کے
رجس کو دور رکھے اور تمھیں جو پاک رکھنے کا حق ہے اس طرح
پاک رکھے"

ان آیتوں میں اولاً تو خطاب لفظ "ازواج" کے بجائے لفظ "نساء النبی"
سے کیا گیا ہے اور گفتگو پیغمبر کی وساطت کے بجائے براہ راست ہو رہی ہے
اور ثانیاً تمام عورتوں سے ایک انداز سے گفتگو نہیں ہوئی بلکہ انھیں دو حصوں پر
تقسیم کر دیا گیا اور پھر اعلان ہوا کہ جو بدکردار ہو گی اس کیلئے دوہرا عذاب اور جو
نیک کردار ہو گی اس کے لئے دوگنا ثواب، جس کی بنا پر یہ کہنے کی جسارت کیجا سکتی ہے
کہ لفظ ازواج کے مصداق میں مجموعی طور پر دو قسمیں فرض کی جا سکتی ہیں لیکن لفظ نساء کے
افراد میں سب پر ایک حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ ان میں دونوں کی تقسیم کر کے انھیں الگ الگ
کرنا پڑے گا اور ہر ایک کے لئے علیحدہ حکم تلاش کرنا پڑے گا
چنانچہ اس کے بعد دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں ایک میں انھیں "نساء النبی" کو گھر
میں قرار رکھنے، بناؤ سنگار نہ کرنے، نماز و زکوٰۃ کی پابندی اور اطاعت کا حکم دیا جاتا ہے

اور دوسرے میں اہلبیت کی طہارت و پاکیزگی کا اعلان ہو رہا ہے

"واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفاً خبیراً"

"اے زنان پیغمبر تمہارے گھروں میں جن آیات الٰہی اور حکمت کا چرچا رہتا ہے انھیں یاد رکھو اللہ یقیناً لطیف اور باخبر ہے"

اس آیت کا تعلق بھی ماقبل کی آیت سے ہے جہاں زنان پیغمبر سے گفتگو ہو رہی تھی اور انھیں مختلف تعلیمات دیئے جا رہے تھے

آیت تطہیر کے سلسلے میں ایک بڑی اہم بحث "تحریف قرآن" کی اٹھائی جاتی ہے اور اکثر علماء تشیع نے یہ دعویٰ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس آیت کا اس محل سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ کسی دوسرے مقام سے لاکر یہاں پر رکھ دی گئی ہے تاکہ ازواج کے پردہ میں اہلبیت کے فضائل کو چھپا دیا جائے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ بحث کا یہ انداز کسی حد تک نامناسب ہے، تحریف ایک مستقل موضوع ہے جس پر مستقل کتابیں تالیف ہو چکی ہیں اور طرفین اپنا زور تحقیق صرف کر چکے ہیں اس لئے اسے اس مقام پر چھیڑنا موضوع سے باہر ہو جانے کے مترادف ہے، قسمت نے موقع دیا تو اس موضوع پر مستقل طور سے اظہار خیال کیا جائے گا اس وقت گذارش صرف یہ ہے کہ آیات کے با محل اور بے محل ہونے کا دعویٰ اسی انسان کو زیب دیتا ہے جو دونوں باتوں سے باخبر ہو اور حریف پر اس کا اثبات بھی کر سکتا ہو اور میرا ناقص خیال یہ ہے کہ آیت تطہیر کے بارے میں یہ بات ناممکن ہے اسلئے کہ اس کا صحیح محل معین نہیں کیا گیا اور جب تک یہ تعین نہ ہو جائے اُسے اپنے مقام پر بے محل کہنا ایک دعویٰ

کے دلیل سے زیادہ کچھ نہ ہوگا

یہ صحیح ہے کہ مقام استدلال میں ماقبل و مابعد سے سہارا لینے والے کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ آیت اسی مقام کی ہے اور منکر کے لئے صرف انکار و احتمال کافی ہوگا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے احتمالات ظاہر کرنے سے کیا نتیجہ ہے کہ جن کا اثبات بھی ناممکن ہو اور جن کے اثرات کتاب کریم کی قدامت و پاکیزگی اور "مذہب آل محمدؐ" کی عظمت و رفعت کو بھی ٹھیس لگا سکیں

یہی وجہ ہے کہ اس احتمال سے قطع نظر کر کے صرف آیت کی موجودہ ترتیب سے بحث کرنا ہے اور انھیں آیاتؐ کی روشنی میں یہ استدلال کرنا ہے کہ "اہلبیت" سے ازواج کا مراد لینا ناممکن ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ ازواج کی بحث سے رسول اکرمؐ کی کم از کم دو محترم بیویاں خارج ہیں ایک جناب خدیجہ اور ایک جناب امِ سلمہ

جناب خدیجہ اسلئے الگ ہیں کہ یہ آیت سورۂ احزاب کی ہے اور سورۂ احزاب جنگ احزاب کے سلسلے سے مدینہ میں نازل ہوا ہے جبکہ جناب خدیجہ ہجرت سے پہلے ہی اس دار فنا سے رحلت فرما چکی تھیں

جناب ام سلمہ کی بے تعلقی کا راز یہ ہے کہ انھوں نے روایات صحیحہ کی بنا پر اپنے موقف کو وقت نزول آیت ہی صاف کرا لیا تھا اور گوشہ چادر کو تھام کر بظاہر داخل ہونے کی کوشش کر کے رسول اکرمؐ سے "انکِ علیٰ خیر" کی سند لے کر واضح کر دیا تھا کہ میرے دامن کردار پہ کوئی دھبہ نہیں ہے اور نہ آیت کے عتاب کا مجھ سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جن حضرات نے آیت میں ازواج کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے ان کی نگاہ کرم بھی حضرت ام سلمہ جیسی مخدرات پر نہیں ہے اس لئے کہ ان کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا ان کے پیش نظر کچھ اور مخدرات ہیں جن کو دامن اغلاط سے پاک بنانے کے لئے اہلبیت کی مدح کا اسی طرح سہارا لیا گیا ہے جسطرح امیر شام نے ابن ملجم کی مدح کے لئے حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیت ہجرت کا سہارا لیا تھا!

آیات مذکورہ بالا سے نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لینا پڑیگا کہ آیت میں تین قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ہر لفظ کے خطاب کا انداز جداگانہ ہے سب سے پہلے ازواج کی لفظ آئی جہاں مدح و ذم اچھائی اور برائی میں سب سے یکساں خطاب کیا گیا اور خطاب میں سرکار دو عالم کو واسطہ بنایا گیا اس کے بعد "نساء" کی لفظ آئی جہاں سے خطاب براہ راست ہوا اور سب سے یکساں گفتگو نہیں ہوئی بلکہ خواتین کو دو حصوں پر تقسیم کر کے دونوں کے حکم الگ الگ بیان کئے گئے

آخر آیت میں لفظ "اہلبیت" استعمال کی گئی ہے جہاں خطاب براہ راست ہوا اور صیغے مذکر کے استعمال کئے گئے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہونا چاہیئے کہ تینوں لفظوں کے مصداق الگ الگ ہیں ورنہ قرآن کریم کی بلاغت مجروح ہو جائے گی اور "ازواج" کے بعد "نساء اہلبیت" کے الفاظ کی تکرار کو بے معنی و بے سبب ماننا پڑے گا یا قرآنی اعجاز عبارت آرائی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جائے گا جس کا تصور بھی ایک مرد مسلم کے لئے ناخوشگوار ہوگا۔

ناممکن ہے

دوسری بات یہ ہے کہ "آیت تطہیر" کے قبل و بعد کے تمام فقرات میں احکام، تعلیمات یا عتاب و تنبیہہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے جب کہ آیت تطہیر میں ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ اس میں کھلی ہوئی لفظوں میں "اہلبیت" کے مصداق افراد کی طہارت کا اعلان کیا گیا ہے —— چاہے اس اعلان کا تعلق پاک کرنے سے ہو یا پاک رکھنے سے لیکن یہ بہر حال طے ہے کہ اس میں کوئی حکم یا تعلیم نہیں ہے

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ آیت تطہیر کے قبل یا بعد "ازواج و نساء" کے بارے میں جتنے فقرات استعمال ہوئے ہیں ان میں بیت کا ذکر جمع کے صیغہ کے ساتھ کیا گیا ہے جیسے "قرن فی بیوتکن" "یتلی فی بیوتکن" جب کہ آیت تطہیر میں جمع کے بجائے مفرد لفظ استعمال ہوئی ہے "اہل البیت" تو کیا اس کا کھلا ہوا مطلب یہ نہ ہوگا کہ بیوت سے تعلق رکھنے والے افراد اور ہیں اور بیت سے رابطہ رکھنے والے حضرات اور!

چوتھا نکتہ یہ ہے کہ "بیوت" کی لفظ کے ساتھ "کن" کی ضمیر استعمال ہوئی ہے جس کی مخاطب خود ازواج ہیں لہٰذا گھروں سے مراد انہیں گھر ہوں گے اور "البیت" کے ساتھ کوئی متعلق نہیں ہے اس لئے اس گھر سے کوئی اور گھر مراد ہونا چاہیئے چاہے وہ نبی کا گھر ہو یا خدا کا گھر یا چادر کا گھر یا نسب و نسل کا گھر یا کوئی اور رشتے!

بعض ارباب نظر کا خیال یہ ہے کہ آیت تطہیر بھی قبل و بعد کی آیت کی طرح ایک قسم کی تعلیم پر مشتمل ہے اور آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کا

ارادہ یہ ہے کہ تم کو پاک کر دے اور اس طرح پاک کر دے جو پاک کرنے کا حق ہے

اس ترجمہ کا تعلیم و حکم سے کیا رابطہ ہوگا اس کی وضاحت کے لئے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا کہ ارادہ کی دو قسمیں ہیں

تکوینی اور تشریعی

ارادۂ تکوینی پروردگار کے اس ارادہ کا نام ہے جس میں ارادہ کا تعلق خود اپنے عمل سے ہوتا ہے جیسے زمین و آسمان کی تخلیق کا ارادہ ____ کائنات کی بقا و فنا کا قصد وغیرہ

ظاہر ہے کہ اس ارادہ میں مقصود کے حاصل نہ ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کریم کا کھلا ہوا اعلان ہے "اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون"

وہ جب کسی شے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وجود کا حکم دینے سے پہلے ہی وہ شے موجود ہو جاتی ہے"

ارادۂ تشریعی وہ ارادہ ہے جس کا تعلق اپنے فعل سے نہیں ہوتا بلکہ ارادہ کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عمل دوسرے شخص کے ارادہ و اختیار سے عالم وجود میں آئے

کہا جاتا ہے کہ آیت میں ارادہ سے مراد دوسری قسم ہے اور خلاق کائنات کا مقصد یہ ہے کہ اہلبیت اپنے ارادہ و اختیار سے پاک و پاکیزہ رہا کریں ____ ظاہر ہے کہ اس قسم میں دوسرے شخص کے ارادہ و اختیار کو بھی

دخل ہوتا ہے اس لئے مقصود کا عالم وجود میں آجانا کوئی ضروری نہیں ہے۔
ایسی صورت میں حسب ذیل سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں

۱۔ آیات مذکورہ بالا میں مختلف قسم کے احکام و تعلیمات بیان کئے گئے ہیں، نماز کا حکم، زکوٰۃ کا حکم، اطاعت کا حکم، پردہ کا حکم، بناؤ سنگار سے ممانعت وغیرہ، لہٰذا اگر آیت تطہیر بھی کوئی ایک حکم ہے تو یہ بات تشنۂ توضیح رہ جائے گی کہ قدرت نے یہاں انداز بیان کیوں بدل دیا اور اس کے پہلے اپنے ارادہ کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا؟ کیا یہ طے کر لیا جائے کہ قدرت کی نظر میں طہارت کا حکم زیادہ اہم تھا اور باقی احکام غیر اہم یا یہ مانا جائے کہ معاذاللہ طہارت کو کما حقہ ادا ہونا چاہیئے اور باقی احکام میں تخفیف بھی روا ہے؟

۲۔ آیت تطہیر کا سلسلہ لفظ انما سے شروع ہوتا ہے جسے عربی ادب کے ماہرین نے کلمۂ حصر قرار دیا ہے اور جس کا ترجمہ اُردو زبان میں لفظ بس اور صرف سے کیا جا سکتا ہے، اس بنا پر آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ صرف اہلبیت کی طہارت چاہتا ہے، ظاہر ہے ایسا مفہوم اسلامی قانون کے خلاف اور منشائے ایزدی سے بالکل متضاد ہے جسے کوئی معمولی اسلامی ذوق رکھنے والا بھی برداشت نہیں کر سکتا!

(لفظ "انما" کے کلمۂ حصر ہونے میں امام فخرالدین رازی نے ایک مقام پر شبہ ضرور کیا ہے لیکن لطیفہ یہ ہے کہ خود موصوف نے آیت "انما المشرکون نجس" کے ذیل میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ

لفظ انما حصر کے لئے ہے اور اس کا ترجمہ ہے بس!)

۴ـــ آیت تطہیر میں مخاطب "اہل البیت" ہیں اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ کوئی حکم بھی کسی آدمی سے اسی وقت متعلق ہوتا ہے جب اس میں اس کے خلاف امکانات پائے جاتے ہوں ـــــ اس لئے اہلبیت سے بالخصوص طہارت کا مطالبہ اس امر کی دلیل ہوگا کہ اہلبیت میں نجاست کے امکانات عام افراد انسانی سے زیادہ ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات ناقابل قبول بلکہ ناقابل تصور ہے

نکات بالا کی روشنی میں یہ بات بآسانی کہی جا سکتی ہے کہ آیت تطہیر میں ارادہ سے مراد ارادۂ تشریعی نہیں ہے بلکہ یہ ایک تکوینی ارادہ ہے جس کا تعلق صرف ذات احدیت سے ہے اور آیت کا مفاد یہ ہے کہ اللہ اپنے اختیار خاص سے اہلبیت کو پاک رکھنا چاہتا ہے اب ظاہر ہے کہ ارادہ الٰہی میں جتنا زور ہوگا اسی قدر اہلبیت کی طہارت باوزن و باعظمت ہوگی ـــــ اگر ارادۂ الٰہی ناقابل التوا اور اٹل ہے تو اہلبیت کی طہارت بھی دائمی و ابدی ہے اگر ارادہ الٰہی "کن فیکون" کا مصداق ہے تو طہارت اہلبیت کے لئے کبھی کوئی ضعف کا لمحہ تصور نہیں کیا جا سکتا

ارادہ الٰہی کو تکوینی مان لینے کے بعد ایک اہم سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیات مذکورہ میں تعلیمات و احکام کا آیت تطہیر سے رابطہ کیا ہوگا؟

اس مقام پر آیات کے سیاق و سباق اور اسلوب و نظام کو دیکھنے کے بعد صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ کہ خلاق کائنات نے آیات احکام میں مختلف تعلیمات کا تذکرہ کر کے اہلبیت (ازواج) کو اس امر کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ہم تمہیں پاک و پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں ـــــ لیکن یہ ارادہ اسی وقت منظر عام پر

آئے گا جب تم ہماری تعلیمات پر مکمل طریقہ سے عمل پیرا ہو جاؤ۔ اس شرط کی تکمیل کے بغیر ہم تمھاری طہارت اور پاکیزگی نفس کے ذمہ دار نہیں ہیں!

ظاہر ہے کہ اس فرض کی بنا پر تطہیر کی آیت صرف انھیں ازواج کیلئے ہوگی جن کی سیرت قبل و بعد کی آیتوں پر عمل کا مکمل آئینہ رہی ہو یعنی جن ازواج نے زندگانی دنیا اور دنیا کی زینتوں کو طمع آمیز نگاہوں سے نہ دیکھا ہو، جن کے کردار میں کوئی کھلی ہوئی برائی نہ ہو ــــ جنھوں نے تقویٰ الٰہی کو اپنا شعار بنایا ہو ــــ جن کی گفتگو کے انداز میں لگاوٹ نہ رہی ہو ــــ جن کے بارے میں بدنفسوں نے طمع نہ کی ہو ــــ جنھوں نے اپنے گھر ہی میں قیام کیا ہو ــــ جن کے یہاں جاہلیت نما بناؤ سنگار کی نمائش نہ رہی ہو ــــ جنھوں نے نماز قائم کی ہو، زکوٰۃ ادا کی ہو ــــ خدا اور رسول کی مکمل اطاعت کی ہو آیات الٰہی اور علامات حکمت کو یاد رکھا ہو ــــ

ایسا نہ کرنے کی صورت میں آیت ان سے بے تعلق ہو جائے گی اور ان ہستیوں کے آستانے کو اپنی منزل بنائے گی جن کے کردار میں کوئی نقص نہ رہا ہو، جنھوں نے طمع دنیا نہ کی ہو ــــ کھلم کھلا برائی نہ کی ہو ــــ تقویٰ کو شعار بنایا ہو ــــ صاف صاف گفتگو کی ہو ــــ گھر کے باہر قدم نہ نکالا ہو ــــ بناؤ سنگار سے علیحدگی رکھی ہو ــــ احکام الٰہیہ کی مکمل پابندی اور آیات الٰہی کی تلاوت کی ہو ــــ

اہل نظر تاریخ کا آئینہ سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ آیات کے ان شرائط کو پیش نظر رکھنے کے بعد کون کون سی ازواج آیت کا مصداق بن سکتی اور کن کن سے

آیت کا رابطہ ختم ہو جاتا ہے ، تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ام سلمہ وہ خاتون ہیں جن کو سرکار دو عالم نے پاکیزگی کردار اور عاقبت خیر کی بشارت دی ہے لہٰذا اگر آیت میں ازواج کی گنجائش ہو سکتی تھی تو وہ صرف انھیں جیسی مقدس خواتین کیلئے ـــــ لیکن صحیح و معتبر حدیثیں شاہد ہیں کہ حضور اکرمؐ نے انھیں زیر کسار آکر آیت میں داخل ہونے سے صاف صاف طریقہ سے روک دیا تھا اور ظاہر ہے کہ جب ان کی گنجائش نہ رکھی گئی تو اور کا سوال ہی کیا رہ جاتا ہے ؟

یہاں تک پہونچنے کے بعد مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی تحقیق بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی موصوف اپنی تفسیر میں آیات بالا سے امت کے لئے مواعظ و نصائح کا استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آیت میں بناؤ سنگار سے ممانعت دور حاضر کے رائج شدہ فیشنوں پر ایک ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح گھر میں قرار پکڑنے کی نصیحت

ایک طرف صنف نازک میں یہ احساس پیدا کراتی ہے کہ اُس کا میدان عمل گھر کی چہار دیواری ہے اور دوسری طرف ان تمام اقدامات سے روکتی ہے جسے عصر حاضر نے اس کے لئے روا رکھا ہے ، عورت کے لئے سیاسیات میں حصہ لینا ، مردوں کے اجتماعات میں شرکت کرنا ، گانا بجانا ، تقریر کرنا یہ تمام اعمال وہ ہیں جنھیں آیت کی روشنی میں کسی طرح معاف نہیں کیا جا سکتا ، عورت کے سیاسیات میں حصہ لینے کی سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا ـــــ حالانکہ ان لوگوں نے ان کے بعد کے طرز عمل کو نظر انداز کر دیا ہے ـــــ چنانچہ روایت میں ہے کہ جب انھیں جنگ جمل کی

یاد آجاتی تھی تو اس قدر گریہ فرماتی تھیں کہ ڈوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اس عمل پر شرمندہ تھیں لہٰذا اُسے آئندہ نسلوں کے لئے دلیل جواز نہیں بنایا جاسکتا

مجھے مولانا موصوف کی ذکر کی ہوئی روایت سے کوئی بحث نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ ام المومنین اسی انداز سے گریہ فرماتی رہی ہوں ۔۔۔ ہوسکتا ہو کہ پروردگار عالم نے ان کی اس غلطی کو معاف کر دیا ہو جیسا کہ مولانا اور ان کے ہمخیال حضرات کے مسلک کا تقاضا ہے

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس انداز سے گریہ کرنا اس امر کی واضح دلیل نہیں ہے کہ وہ اپنے اس اقدام کو آیت کی کھلی ہوئی مخالفت سمجھتی تھیں؟ یقیناً ایسا ہی ہے ۔۔۔ اور جب یہ طے ہوگیا تو اتنا تسلیم کر لینے میں کیا بات مانع ہوتی ہے کہ انھیں آیت کے افراد سے علیحدہ رکھا جائے اس لئے کہ آیت نے قرار کو تطہیر کی شرط قرار دیا ہے ۔۔۔ قرار سے الگ ہونے کے بعد شخصیت آیت سے الگ ہو جاتی ہے ۔۔۔ توبہ اور معافی کے بعد دوبارہ داخلہ کے لئے کسی نئی آیت کی ضرورت ہوگی جو اب تک نہیں نازل ہوسکی ہے!

اس کی مثال تقریباً یہ ہوگی کہ کوئی شخص اپنے لڑکے سے یہ وعدہ کرے کہ اگر تم نے امتحان پاس کر لیا تو تمھیں ایک روپیہ انعام دیا جائے گا ۔۔۔ اور اتفاق سے لڑکا ناکام ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اسے انعام نہیں دیا جاسکتا چاہے اس ناکامی میں لڑکے کا اپنا ہاتھ رہا ہو یا کوئی اور سبب دخیل رہا ہو ۔۔۔ اس لئے کہ انعام ایک شرط پر موقوف تھا جب شرط نہ رہی تو انعام بھی غائب

—— معذرت کا فائدہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر مزید کوئی عتاب نہ کیا جا سکے لیکن انعام کا استحقاق تو بہر حال نا ممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن قرائن کی بنا پر ازواج رسولؐ کو آیت تطہیر میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی تھی وہی اسباب انھیں آیت سے الگ رکھنے پر مجبور کر رہے ہیں

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر آیت تطہیر کو ماقبل کی آیتوں سے ملانا ضروری ہے تو تسلسل آیات کا نتیجہ حسب ذیل ہونا چاہیئے

پہلی آیت کے بعد "ازواج" کی جگہ پر لفظ "نسار" آئی ہے اس لئے آیت تطہیر کو ازواج سے الگ کر کے "نسار" سے متعلق رکھنا چاہیئے

"نسار کو دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے ایک کو بد کرداری پر مورد عتاب ٹھہرایا گیا ہے اور دوسرے کو نیک نامی پر مستحق جزا —— اس لئے پہلی قسم کو آیت سے بے تعلق تسلیم کرنا چاہیئے —— آیت مقام مدح میں ہے اور مستحق عتاب قابل مدح و ثنا نہیں ہو سکتا!

"نسار" کی نیک انجام فردوں کا ذکر کرنے کے بعد "اہل البیت" کی لفظ آجاتی ہے جس کا مطلب یہ ہو گا کہ آیت کی مصداق "نسار" کی وہ فردیں ہیں جو "اہل البیت" کا مصداق بن سکیں اور تاریخ قرآن گواہ ہے کہ یہ بات سوائے جناب فاطمہ زہراؑ کے کسی اور خاتون کو حاصل نہیں ہو سکی، آپ ہی کی شخصیت وہ ہے جسے آیت مباہلہ نے "نسائنا" کا واحد مصداق قرار دیا ہے اور آپ ہی کی ذات گرامی وہ ہے جس کے دروازہ پر نبی کریمؐ نے

"اہل البیت" کہہ کر سلام کیا ہے

اور شاید یہی راز تھا کہ حدیث کساء میں ملک کے سوال پر تمام اہل کساء کا تعارف جناب فاطمہؑ کے ذریعہ کرایا گیا ہے ـــــ آپ ہی آیت تطہیر کا مرکز تھیں ـــــ اور مرکز ہی سے دائرہ کے تمام خطوط برآمد ہوتے ہیں

مرکزیت کا یہی انداز تھا جس نے فاطمہ کے ہر رشتے کو آیت تطہیر کا مصداق بنا دیا ـــــ باپ ہے تو وہ بھی صاحب تطہیر ـــــ شوہر ہے تو وہ بھی مصداق آیت ـــــ بیٹے ہیں تو وہ بھی فرزندان عصمت و طہارت

اور فاطمہؑ کا یہی وہ شرف ہے جس میں دنیا کا کوئی انسان ان کا شریک نہیں بن سکتا رسولؐ اکرم خود معصوم تھے لیکن ان کے والد بزرگوار ـــــ اور ان کی ازواج طیبات معصوم نہ تھیں

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب معصوم تھے لیکن اُن کے والد بزرگوار معصوم نہ تھے ـــــ

امام حسنؑ معصوم تھے لیکن اُن کی ازواج و اولاد معصوم نہ تھی ـــــ
امام حسینؑ معصوم تھے لیکن اُن کی ازواج معصوم نہ تھیں

اور جناب فاطمہ ـــــ نسب و سبب ہر رشتہ کے اعتبار سے عصمت و طہارت کا مرکز ـــــ باپ معصوم ـــــ شوہر معصوم ـــــ بچے معصوم ـــــ اور آنے والی نسل میں ایک پورا سلسلۂ عصمت و طہارت!

"اہل البیت"

آیت تطہیر کے سیاق وسباق سے یہ واضح کر دینے کے بعد کہ اہل البیت سے ازواج کا ارادہ ناممکن ہے اور اس لفظ کے مصداق صرف خمسہ بجبار پیغمبر اسلامؐ علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ، حسین مظلومؑ اور معصومہ عالم جناب فاطمہؑ ہیں — اس امر کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ اس لفظ سے عقل ومنطق کی روشنی میں بھی بحث کر لی جائے تاکہ تفسیر کی پیچیدگیوں سے ناآشنا افراد بھی یہ طے کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ اہلبیت سے صرف پنجتن پاک ہی مراد ہو سکتے ہیں

• عربی زبان میں لفظ بیت کے معنی گھر کے ہیں اور اس گھر کا استعمال دو دو طریقوں سے ہوتا ہے مادی گھر — اور معنوی گھر —

مادی گھر اینٹ، چونا گارا وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہوتا ہے جس کے رہنے والوں میں اولاد، ازواج، اعزار احباب یہاں تک کہ حیوانات وبہائم تک شمار ہو سکتے ہیں

معنوی گھر کسی ایک رشتے سے منسلک ہونے سے تشکیل پاتا ہے چاہے وہ

خون کا ہو جس کی بنیاد پر گھرانے اور خاندان کی لفظ استعمال ہو سکتی ہے چاہے وہ رشتہ شرف و منزلت اور درجہ و حیثیت کا ہو جس کی بنا پر کسی خاندان یا کسی گھر کو خانوادۂ علم و کمال کہا جاتا ہے

انسان چونکہ مادی نگاہ کا عادی اور اپنی عمومی زندگی میں مادیت ہی سے دو چار رہتا ہے اس لئے لفظ بیت کو سننے کے بعد ابتدائی طور پر اس کا ذہن اسی مادی گھر کی طرف مڑ جاتا ہے لیکن قرآن کریم کے معانی و مطالب کو سمجھنے کیلئے اتنی عجلت پسندی اور سہل انگاری سے کام لینا کسی طرح مناسب نہیں ہے اس مقام پر یہ سوچنا انتہائی ضروری ہو گا کہ آیت میں وارد ہونے والی مدح "مادی گھر" کے تمام افراد پر منطبق بھی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر انطباق کا امکان پیدا ہو جائے تو ظاہری معنی کا مراد لے لینا ہی زیادہ مناسب رہے گا اور اسطرح نبی کریم کے گھر سے تعلق رکھنے والا ہر انسان و حیوان آیت کا مصداق بن جائیگا پنجتن پاک یا ازواج طیبات کی کوئی خصوصیت نہ رہ جائے گی

لیکن اگر یہ انطباق نا ممکن ہو جائے اس لئے کہ اس گھر سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت کے کردار میں آیت کے شایان شان پاکیزگی نہیں پیدا ہو سکی تو عقلی طور پر مجبور ہو کر یہ سوچنا پڑے گا کہ اس گھر سے مراد کوئی دوسرا گھر ہے جس کے افراد میں یہ انداز حتمی طور پر پایا جاتا ہے

آیت کے اسلوب بیان میں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ پروردگار عالم نے طہارت کی ذمہ داری لفظ ارادہ سے لی ہے جس میں تبدیلی نا ممکن ہے ۔۔۔ حالانکہ اس مادی گھر کے افراد کے کردار میں تبدیلی کے امکانات قوی ہیں زوجہ

جب تک زوجیت میں رہے گی گھر والی کہی جا سکتی ہے لیکن جس دن طلاق دیکر یہ رشتہ توڑ دیا جائے اس روز سے گھر والی نہیں کہی جا سکتی جس کے معنی یہ ہوں گے کہ ارادہ الٰہی دائمی نہ رہ سکا اور طہارت کی میعاد ختم ہو گئی ظاہر ہے کہ یہ بات آیت میں وارد ہونے والے صیغہ مضارع سے انتہائی تضاد رکھتی ہے ـــــ ماننا پڑے گا کہ آیت میں کوئی ایسا گھر مراد ہے جس کا رشتہ ٹوٹ نہ سکتا ہو تاکہ آیت کا تسلسل بھی باقی رہے اور ارادہ الٰہیہ کی حقیقت پر بھی حرف نہ آئے

اس کے علاوہ یہ بات بھی کچھ کم قابل توجہ نہیں ہے کہ فصیح و بلیغ کلام میں حکم اور موضوع حکم کی مناسبت انتہائی ضروری ہے آپ جب کسی شخص کے احترام کیلئے اٹھتے ہیں تو اس کے لئے وہی لفظ استعمال کرتے ہیں جو اس تعظیم سے مناسبت رکھتا ہو مثلاً تشریف لایئے سرکار ـــــ جناب ـــــ قبلہ ـــــ نواب صاحب ـــــ اعلیٰحضرت وغیرہ

حالانکہ اس شخص میں کچھ اور بھی صفات ہو سکتے ہیں جن سے یاد کیا جا سکتا ہے لیکن موقعہ کی مناسبت سے انھیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جسطرح کہ ایک فاسق و فاجر بدکردار لیکن پابند صوم و صلوٰۃ آدمی کی ملامت اور سرزنش کے وقت اس کی بدکرداری کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور اس کے اعمال خیر کو ترک کر دیا جاتا ہے یا ان کا تذکرہ صرف بطور حوالہ یا عبرت ہوا کرتا ہے

اس قانون کے تحت آیت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ پاک ہونے والے افراد کیلئے

خطاب کے جو جو طریقہ اختیار کیے جا سکتے تھے اور انھیں جس جس لقب سے یاد کیا جا سکتا تھا ـــــ ان سب کو ترک کر کے قدرت نے لفظ "اہلبیت" کا انتخاب کیوں کیا ـــــ کیا نبی کے چھوٹے سے مکان میں اینٹ اور چھپر میں کوئی ایسی بات تھی جو تطہیر سے مناسبت رکھتی ہو ـــــ یا حضور کے نسب و خاندان میں کوئی ایسی خصوصیت تھی جو ذکر تطہیر کے شایان شان ہو جبکہ اسی خاندان میں ابولہب جیسے لوگ پیدا ہو چکے تھے یقیناً ایسا کچھ نہ تھا ـــــ تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس بیت سے مراد کوئی اور گھر ہے جو اعلان تطہیر کے لیے ساز گار اور پاکیزہ شخصیتوں کے لیے معرف بن سکتا ہو!

اس مقام پر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر صحیح و معتبر روایات میں حضور اکرمؐ نے آیت تطہیر کے ممدوحوں میں خود اپنی ذات مقدس کا شمار کیا ہے ـــــ حالانکہ بیت سے مادی گھر یا خاندان مراد لینے کی صورت میں یہ بات خلاف فصاحت و بلاغت ہوگی اس لیے کہ اہل زبان کے نزدیک کسی شخص کے گھر والوں یا خاندان والوں میں خود اس کا شمار نہیں ہوا کرتا ـــــ آپ سے اگر آپ کے گھر والوں کی فہرست دریافت کی جائے تو آپ کبھی اپنا نام نہیں لیں گے ـــــ اس طرح آپ کے خاندان کے افراد کے بارے میں سوال ہو تو اپنے علاوہ سب کے نام درج کر دیں گے ـــــ یہ ضرور ہے کہ اگر گھر کے رہنے والے یا مجموعہ نسب کے رشتہ کار کا ذکر آئیگا تو آپ کا نام بھی زیب فہرست ہوگا لیکن یہ صرف اس لئے ہے کہ اب تذکرہ صرف گھر اور خاندان کا ہے آپ کے گھر والوں اور آپ کے خاندان والوں سے بات الگ ہو چکی ہے

ان تمام نکات و خصوصیات کو پیش نظر رکھنے کے بعد صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظ "اہل البیت" سے مراد نہ نبی کریمؐ کے مادی گھر والے ہیں اور نہ آپ کے خاندان والے ـــــ بلکہ اس بیت سے مراد یا خلاق کائنات کا گھر ہے جسے خانہ کعبہ کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ کسی کلام کا متکلم جب لفظ کے مضاف الیہ کا تذکرہ نہیں کرتا تو وہ لفظ اسی کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے۔ آپ جب بھی کسی دوست سے مل کر یہ بیان کرتے ہیں کہ "الحمدللہ والد باجد بخیریت ہیں"۔ "ہمشیرہ عزیزہ کے فرض سے سبکدوشی ہو گئی ہے"۔ "بھائی بی۔ اے کر رہا ہے" تو سننے والا آپ ہی کے والد ہمشیرہ و برادر کو سمجھتا ہے کسی اور کی طرف اس کا ذہن بھی منتقل نہیں ہوتا اور یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ عقلی طور پر جب تک متعلق چیزوں کا ذکر نہ ہوگا کلام اپنے متکلم ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا، آیت مبارکہ میں بھی گھر والوں کا تذکرہ ہے لیکن یہ نہیں بیان کیا گیا کہ یہ لوگ کس کے گھر والے ہیں اس لئے عقلی قاعدہ کی رو سے اللہ کے گھر والے ہی مراد ہونے چاہئیں، اور یہ بات اسلئے بھی قرینِ قیاس ہے کہ بیت اللہ اعلان طہارت کے لئے انتہائی سازگار اور مناسب ہے، کل حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کو بیت کی تطہیر کا حکم دیا گیا تھا" وعھدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین . . . ." ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل سے عہد لیا کہ ہمارے مکان کو طواف و اعتکاف رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ بنائیں۔

اور آج آیت تطہیر میں اہلبیت کی طہارت کا اعلان ہو رہا ہے، ظاہر ہے

کہ جب "بیت" اتنا پاک و پاکیزہ ہو گا کہ خلیل و ذبیح کے ہاتھوں سے تعمیر ہونے کے باوجود دوبارہ اس کی طہارت کا اہتمام کیا جائے تو اہلبیت کی طہارت کا بھی یہی عالم ہونا چاہیئے کہ ارادہ الٰہیہ کو ان کے کمال طہارت میں منحصر کر دیا جائے۔ بیت کے یہ وہ معنی ہیں جن کی بنیاد پر ان روایات کی بھی تصحیح کی جاسکتی ہے جن میں حضور اکرمؐ نے اپنی ذات مقدس کو بھی آیت کا مصداق قرار دیا ہے!

آیت تطہیر میں لفظ بیت کا دوسرا مصداق معنوی گھر بھی ہو سکتا ہے جسے عرف عام میں بیت الشرف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بیت الشرف سے مراد وہ حقیقت انسان کے واقعی فضل و کمال کا دائرہ ہوتا ہے لیکن ظاہر بین نگاہیں اسے بھی مادی گھر پر منطبق کر لیتی ہیں جس کی حقیقت ایک مجازی استعمال سے زیادہ کچھ نہیں ہے، اس بنیاد پر بیت کا مضاف الیہ نبی کا وہ واقعی شرف بھی ہو سکتا ہے جس کے اہل اعلان تطہیر کے مستحق اور جس کا دائرہ ذات سرور کائنات سے لے کر پنجتن پاک کو شامل ہو جاتا ہے نبی اکرمؐ کے اسی بیت الشرف کی طرف آنحضرت کے مختلف کلمات میں اشارہ کیا گیا ہے جہاں خانوادہ عصمت کے افراد کو اہل بیت نبی کے بجائے اہل بیت نبوت کے نام سے یاد کیا گیا ہے، مقصد یہ ہے کہ دنیا نبی کے گھر سے تعلق رکھنے والوں کو ان افراد سے الگ رکھے جن کا تعلق نبی کے مادی یا نسبی گھر سے نہیں ہے بلکہ وہ شرف نبوت کی چار دیواری سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا رابطہ نبی کے منصب رسالت و پیغمبری سے ہے

میرے اس دعوٰی کی تائید لفظ البیت کے ا ل۔ سے بھی حاصل کیجا سکتی ہے اسلئے کہ یہ کلمہ اس مقام پر استغراق کے لئے تو ہو نہیں سکتا ورنہ

ہر گھر والے کی طہارت کا اعلان ہو جائے گا جو قطعاً خلاف واقع ہے ، جنس کے لئے مراد لینا بھی نتیجہ کے طور پر یہی قباحت رکھتا ہے ، ماننا پڑے گا کہ یہ کلمہ کسی معہود شے کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور وہ معہود ازواج کے گھر نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے لئے بیت کے بجائے بیوت کی لفظ استعمال کی گئی ہے اور جب یہ تمام صورتیں ناممکن ہیں تو وہ معہود یا بیت اللہ ہوگا یا بیت النبوۃ ـــ بیت النبی کا استعمال ازواج کے سلسلے میں بے بنیاد ثابت ہو چکا ہے !

"الرجس"

لفظ "اہل البیت" کا مقصود واقعی دریافت کرنے کے لئے کلمہ "الرجس" کو پیش نظر رکھنا بھی ایک ناگزیر امر ہے اس لئے کہ آیت مبارکہ کے اہلبیت کیلئے رجس کے معنی و مصداق پر غور کرنے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کن ہستیوں سے یہ رجس دور رکھا گیا ہے اور کن افراد کی شخصیتیں رجس سے آلودہ ہیں

علماء لغت نے لفظ رجس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں اور قرآن کریم نے بھی ۔ شراب ، قمار ، بت پرستی جیسے اعمال کو رجس سے تعبیر کیا ہے لیکن ان تمام معانی کا

خلاصہ ہے گندگی اور پلیدگی

اب اگر رجس سے مراد کوئی خاص گندگی ہے تو اس سے بچنے والے مصداق آیت ہوں گے اور اگر تمام گندگیاں ہیں تو ان سے دامن بچانے والے ہی اہلبیت کا مصداق بن سکیں گے

گذشتہ تحقیق میں یہ اشارہ کیا جا چکا ہے کہ کلمہ ا۔ ل مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، استغراق یعنی عمومیت، جنس یعنی اصل ذات، عہد یعنی کسی خاص شے کیطرف کسی نوع کا اشارہ۔

آیت مذکورہ میں عہد مراد لینے کے لئے قرینہ و دلیل کی ضرورت ہے جو بظاہر آیت میں موجود نہیں ہے اس لئے یہاں پر ا۔ل سے مراد یا استغراق ہوگا یا جنس اور دونوں صورتوں میں اہلبیت وہ افراد قرار پائیں گے جن سے پروردگار عالم نے ہر قسم کے رجس کو دور کر دیا ہے

استغراق کی صورت میں یہ بات انتہائی واضح ہے اس لئے کہ استغراق کے معنی ہیں تمام افراد اور جس ذات سے رجس کے تمام افراد دور کر دئیے جائیں گے اس کا بالکل پاک و پاکیزہ ہونا انتہائی ضروری ہوگا

جنس کی صورت میں اس معنی کا مراد لینا اس لئے لازمی ہے کہ جنس کا وجود ایک ایک فرد کے وجود سے ضرور ممکن ہو جاتا ہے لیکن جنس کی نفی تمام افراد کی نفی کے بغیر ناممکن ہے، آپ شہر میں عالم کے وجود کی خبر دیں گے تو ایک عالم کی موجودگی سے بھی صادق القول کہلائیں گے لیکن اگر عالم کے عدم کی خبر دیں گے تو جب تک ایک عالم بھی باقی رہے گا آپ کو صداقت شعار نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ ابھی عنوان

عالم کا ایک مصداق باقی ہے،

آیت تطہیر نے اہل البیت کے سلسلے میں رجس کو ثابت نہیں کیا ہے کہ کسی ایک رجس کے مراد لینے سے آیت کے معنی مکمل ہو جائیں بلکہ رجس کی نفی کی ہے جس کا امکان اسوقت تک نہیں پیدا ہو سکتا جب تک اہل البیت سے رجس کے تمام افراد دور نہ ہو جائیں اور یہی وہ حقیقت ہے جس پر بعض علماء عامہ کی غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ اہلبیت سے مراد ازواج رسول ہیں اور ازواج کا دامن تمام رجس سے پاک نہیں ہے اُن کے کردار میں غیر معصوم ہونے کے مقتضے سے کمزوریاں نکل سکتی ہیں اور نکلی ہیں اس لئے رجس سے چند مخصوص گندگیوں ہی کو مراد لینا چاہیئے

اس خیال کو غلط فہمی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان حضرات نے استدلال میں الٹی شکل اختیار کی ہے، قاعدہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ لفظ رجس کے معنی کی عمومیت سے اہل البیت کا تعین کیا جاتا اور ان حضرات نے علیحدہ سے اہل البیت کے افراد معین کر کے ان کے کردار کی روشنی میں رجس کے معنی معین کرنا شروع کر دیئے اور یہی وہ بنیادی غلطی ہے جس سے تفسیر و تاریخ دونوں کے چہرہ کو مسخ کیا جا رہا ہے ارباب قلم شخصیتوں کو تفسیر و تاریخ کی روشنی میں پرکھنے کے بجائے تفسیر و تاریخ کو شخصیتوں کے کردار کی روشنی میں مرتب کرتے ہیں اور اس طرح اسلاف کی زندگی کو دیکھنے کے لئے کوئی صاف و شفاف آئینہ باقی نہیں رہ جاتا۔

تلخیص

آیت تطہیر کو اس کے سیاق و سباق سے ملانے کے بعد عقل و ادب کی روشنی میں حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں

۱۔ "اہل البیت" کا عنوان "ازواج" اور "نسار" سے الگ ایک شے ہے۔

۲۔ آیت تطہیر صرف "اہل البیت" کی شان میں نازل ہوئی ہے:

۳۔ "اہل البیت" میں صرف "نسار نبی" کی گنجائش نکل سکتی ہے بشرطیکہ وہ ان تمام احکام و تعلیمات پر عمل کریں جن کا آیت میں تذکرہ ہوا ہے

۴۔ ارادہ سے مراد پروردگار عالم کا تکوینی ارادہ ہے، تشریعی ارادہ یعنی حکم و تعلیم کا تصور اس مقام پر انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

۵۔ "اہل البیت" وہی افراد ہو سکتے ہیں جو تمام رجس اور برائیوں سے پاک و پاکیزہ رہے ہوں

۶۔ "اہل البیت" سے وہ حضرات مراد ہوں گے جن کا یہ عنوان تا حیات تبدیل نہ ہو سکے

۷۔ "اہل البیت" سے مراد نبی کے مادی گھر یا نسبی گھر کے افراد نہیں ہیں بلکہ یہ بیت اللہ کے اہل یا نبوت کے بیت الشرف کے ساکن افراد ہیں جن کا تعلق رسول اکرم کے جنبۂ نبوت یا رسالت سے ہے صرف جنبۂ بشریت سے نہیں

۸۔ آیت تطہیر کے قبل و بعد بیوت کا تذکرہ ہوا ہے اور آیت تطہیر میں بیت کی لفظ ہے

۹۔ آیت تطہیر کا مصداق صرف "بیت" والے افراد ہو سکتے ہیں "بیوت" والی

مخدرات کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے

۱۰۔ ازواج کا داخلہ اہلبیت میں اس لئے ناممکن ہے کہ حضرت ام سلمہ کو خود رسول اکرمؐ نے روک دیا تھا اور حضرت عائشہ تاحیات گھر میں بیٹھنے کے حکم کی مخالفت پر اظہار ندامت کرتی رہیں

"اہلبیتؑ اور حدیث"

کتب احادیث میں سرکار دو عالمؐ کی ایسی بیشمار حدیثیں پائی جاتی ہیں جن میں حضورؐ نے اہلبیت کا تذکرہ اُن کے فضائل و مناقب اور ان پر وارد ہونیوالے مصائب و مظالم کے ذیل میں فرمایا ہے اور انھیں روایتوں کو دیکھنے کے بعد بعض دشمنان آل محمدؑ نے یہ راہ نکالی ہے کہ جن روایات میں اہلبیت کی لفظ وارد ہوئی ہے اُن سے حضرت علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ کو مراد لیا جا سکتا ہے لیکن آیت تطہیر میں وارد ہونے والی لفظ "اہل البیت" سے صرف ازواج پاک مراد ہیں، ان حضرات کی آیت میں کوئی گنجائش -

نہیں ہے اور اسی بنیاد پر ازواج کو اہلبیت قرآن اور آل کو اہلبیت حدیث سے تعبیر کیا جائے گا۔

لیکن گذارش یہ ہے کہ ان احادیث کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس میں عنوان "اہلبیت" کے فضائل و مناقب کا تذکرہ ہوا ہے اور اس میں آیت تطہیر کا کوئی حوالہ نہیں ہے

اور دوسری قسم وہ بھی ہے جس میں فضائل و کمالات کے ذیل میں آیت کا بھی حوالہ دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اہلبیت کو آیت سے بے تعلق ثابت کرنے کے لئے نہ پہلی قسم کارآمد ثابت ہو سکتی ہے اور نہ دوسری —— فرق صرف یہ ہے کہ پہلی قسم کے بارے میں اتنا ضرور سوچا جا سکتا ہے کہ ان اہلبیت کا آیت تطہیر کے "اہل البیت" سے متحد ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اور دوسری قسم میں اتنا بھی ناممکن اور مستحیل ہے

آیت تطہیر کے ذیل کی روایتوں کو ذکر کرنے سے پہلے ضرورت اس امر کی ہے کہ "اہلبیت" کے فضائل و مناقب کی روایتوں کا تذکرہ کر دیا جائے تاکہ یہ بھی اندازہ لگایا جا سکے کہ ان روایتوں کے "اہلبیت" کو آیت کے "اہل البیت" سے الگ فرض کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں بیشمار روایتیں کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں جن کا تذکرہ ناممکن ہے اس لئے نمونہ کے طور پر صرف چند حدیثوں کے بیان پر اکتفار کی جاتی ہے

۱۔ زید ابن ارقم راوی ہیں کہ حضور سرور کائنات نے غدیر خم کے خطبہ میں اعلان فرمایا تھا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا ہے جس میں نور و ہدایت ہے لہٰذا اسے اپناؤ اور اس سے تمسک کرو اور دوسرے

میرے اہلبیت ہیں جن کے بارے میں تمھیں خدا کو یاد دلاتا ہوں ـــــ صحیح مسلم ۷ ص۱۲۲

۲۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے "میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان سے تمسک کروگے میرے بعد گمراہ نہ ہوسکوگے ان میں سے ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے ، کتاب خدا ایک ریسمان ہدایت ہے جس کا رشتہ زمین و آسمان سے ملا ہوا ہے ـــــ اور میری عترت میرے اہلبیت ہیں جو قرآن سے جدا نہ ہوں گے جب تک حوض کوثر پر نہ وارد ہو جائیں ـــــ دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو ـــ ترمذی ۲ ص۳۰۸

۳۔ ابو سعید خدری راوی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا اور میری عترت و اہلبیت یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے ـــــ

مسند احمد بن حنبل ۲ ص۱۴

ان بزرگوں کے علاوہ اس روایت کو بغوی نے مصابیح السنہ ۲ ص۱۰۹ میں ـــــ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب کفایۃ الطالب میں ـــــ طبری نے ذخائر العقبیٰ میں ـــــ ابن حجر نے صواعق محرقہ ص۱۳۶ میں ـــ علامہ شبراوی نے اتحاف ص۶ میں ـــ سیوطی نے کتاب احیاء المیت میں ـــ اور علامہ سید خیر الدین آفندی نے نہایۃ المواعظ ۲ ص۸۷ میں ذکر فرمایا ہے جس کے بعد روایت کے مستند ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا

سوال صرف یہ ہے کہ کیا ان روایات کثیرہ کے "اہلبیت" کو آیت تطہیر کے

"اہل البیت" سے الگ مانا جائے اور اس طرح ان کا نام اہلبیت قرآنی کے مقابلہ میں اہلبیت حدیثی ہو جائے یا ان دونوں مقامات پر اہلبیت سے مراد صرف چند مخصوص افراد ہی لئے جائیں جن میں ازواج کا کوئی گذر نہ ہو؟

دشمنانِ علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کی ایک جماعت اسی بات کی خواہاں ہے کہ ان کے شرف کو قرآن مجید سے الگ کر دیا جائے تاکہ حدیث کے بارے میں انکار کی راہیں آسانی سے طے ہو سکیں لیکن انھیں یہ خبر نہیں ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی گفتگو خدائی اصطلاحات اور قرآنی اسلوب سے الگ کسی نئے انداز سے نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے ان احادیث میں اپنے مخصوص گھر والوں کو لفظ اہلبیت سے تعبیر کر کے امت کے ذہن کو اس امر کی طرف موڑنا چاہا ہے کہ امت میرے کلمات کی روشنی میں قرآن کے مصداق کا فیصلہ کر سکے

اس بات کا کھلا ہوا شاہد یہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنی تعریف ان الفاظ میں کی ہے " انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون ۔

یہ قرآن کریم ایک کتاب مکنون میں رکھا گیا ہے
اسے وہی مس کر سکتے ہیں جنھیں پاک و پاکیزہ بنایا گیا ہے

گویا قرآن کریم نے واضح لفظوں یہ اعلان کر دیا ہے کہ مجھے معنوی طور پر وہی لوگ مس کر سکتے ہیں اور میرے معانی و مطالب کا وہی لوگ ادراک کر سکتے ہیں جنھیں قدرتی طور پر پاک بنایا گیا ہے اور اس کے بعد قرآن ہی قدرتی طور پر پاک کئے جانے والی ہستیوں کا تعارف لفظ" اہل البیت" سے کراتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا صحیح ادراک اور قرآنی حقائق سے واقعی واقفیت اور آگاہی

صرف "اہل البیت" کا حصہ ہے۔

اس کے بعد حدیث ثقلین سامنے آتی ہے جس نے نہ صرف اہلبیت یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو قرآن کے ہمراہ کر دیا ہے بلکہ قرآن کے ان سے الگ نہ ہو سکنے کا دعویٰ بھی کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حقائق قرآن کا ادراک صرف انھیں حضرات سے مخصوص ہے اب آپ ان دونوں حقیقتوں کو یکجا کر کے دیکھیں تو نتیجہ صاف برآمد ہو جائے گا

۱۔ فہم قرآن صرف مطہرین کے لئے ہے اور مطہرین صرف آیت تطہیر کے "اہل البیت" ہیں ـــــ قرآن

۲۔ قرآن اہلبیتؑ یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے جدا نہیں ہو سکتا ان کے بغیر اس کا ادراک ناممکن ہے ـــــ حدیث ثقلین

بظاہر اس یکجائی کا مقصود اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حدیث ثقلین کے اہلبیت وہی ہیں جو آیت تطہیر میں "اہل البیت" سے یاد کئے گئے ہیں ـــــ تو کیا اس کے بعد بھی "اہلبیت قرآن" اور "اہل بیت حدیث" کی محسن کش منطق باقی رہ سکے گی؟

۳۔ حضرت ابوذر نے دروازۂ کعبہ کی زنجیر پکڑ کر رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کا اعلان کیا تھا کہ "میرے اہلبیت کی مثال تمھارے درمیان سفینہ نوح کی مثال ہے جو اس سفینہ پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے علیحدگی اختیار کی وہ ڈوب مرا ـــــ (مسند احمد مستدرک)

اس حدیث میں حضور سرور کائناتؐ نے اہلبیتؑ کو سفینہ نوح کی مثال قرار دیا ہے

ظاہر ہے کہ یہ تشبیہ کسی عبارت آرائی یا اظہار کمال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پس منظر میں امت کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح امت نوح کی نجات سفینہ نوح سے تمسک پر تھی اسی طرح میری امت کی نجات اہلبیت سے تمسک پر موقوف ہے

دیکھنا یہ ہے کہ آیت تطہیر میں اہلبیت کے لئے اعلان طہارت کا مقصد کیا تھا؟ کھلی ہوئی بات ہے کہ قرآن کریم اپنے الفاظ میں لغوی معنی کے علاوہ ایک مقصدی مفہوم بھی رکھتا ہے۔ "قل ہو اللہ احد" کا لفظی مفہوم اللہ کی توحید کا اقرار ہے لیکن اس کا مقصدی مطلوب اس کے ماوراء ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنے اندر وہ کام اوصاف وخصائل پیدا کرے جو ایک عقیدہ توحید کے حامل انسان میں ہونے چاہئیں آیت تطہیر بھی لغوی اعتبار سے اہلبیت کی طہارت کا اعلان کر رہی ہے لیکن اس کا مقصدی مفہوم یہ ہے کہ امت ان کے دامن کی طہارت وپاکیزگی سے استفادہ کرے امور دین ودنیا میں ان کو اپنا مقتدا تسلیم کرے، شریعت پیغمبرؐ کے اسرار ورموز ان سے دریافت کرے، قرآن کے حقائق ومعارف ان کی زبان حق ترجمان سے سنے ـــــــ ان کا دامن پاک ہے اس لئے ان سے تمسک باعث نجات ہوگا یہ نہ گمراہ ہوسکتے ہیں اور نہ گمراہ کرسکتے ہیں ـــــــ ظاہر ہے کہ جو بات سرور عالمؐ نے سفینہ نوح سے تشبیہ دے کر بیان کی تھی وہی بات قرآن کریم نے اعلان طہارت عصمت کے ذریعہ واضح کی ہے ـــــــ اب اگر دونوں مقامات پر اہلبیت کے مصداق الگ الگ ہوں گے تو دونوں بیانات کے مجموعہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دامن حیات ازواج کا پاک ہے اور اتباع آل محمدؐ کا باعث نجات ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ انتہائی عجیب وغریب ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ دونوں مقامات پر اہلبیت کے مصداق

متحد ہیں وہی حضرات طیب و طاہر ہیں اور انھیں کا اتباع نجات امت کا ذمہ دار ہے

۳۔ "میرے اہلبیتؑ زمین کے لئے اسی طرح وجہ امان ہیں جس طرح آسمان کے لئے ستارے"۔

اس حدیث میں بھی اہلبیت سے آل رسولؐ ہی کو مراد لیا گیا ہے اور ان کے لئے وہی صفت بیان کی گئی ہے جو قرآن مجید نے خانۂ کعبہ کے بارے میں نقل کی ہے "من دخلہ کان آمنا" "جو خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا وہ محفوظ ہو گیا" لہٰذا آیت تطہیر میں "بیت" سے خانۂ خدا مراد ہونے کے احتمال کی بنا پر اہلبیت انھیں افراد کو ہونا چاہیئے جو خانۂ خدا کی طرح اپنے دائرہ اتباع میں داخل ہو جانیوالوں کے لئے وجہ امان ہوں۔۔۔ ظاہر ہے کہ حدیث مذکور نے یہ صفت آل محمدؐ ہی کیلئے بیان کی ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آیت نے جس خانۂ خدا والوں کا تذکرہ کیا ہے وہ یہی افراد ہیں جن کی طرف حدیث مذکور میں اشارہ کیا گیا ہے اس لئے یہ حضرات خانۂ خدا کی طرح امت کے لئے وجہ امان اور باعث نجات ہیں!

احادیث بالا کے علاوہ نہ جانے کتنی حدیثیں اس قسم کی ہیں جن میں سرکار دو عالمؐ اہلبیت کے مختلف فضائل و اوصاف بیان کر کے امت کے ذہنوں کو اس امر کیطرف متوجہ کیا ہے کہ جن "اہل البیت" کی طہارت کا قرآن کریم نے اعلان کیا ہے وہ یہی افراد ہیں جن کی مدح و ثنا میں رسالت و نبوت رطب اللسان ہیں

لیکن میں ان روایات پر تفصیلی بحث کر کے اپنے موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا بلکہ میری گفتگو تو ان روایات سے ہے جو آیت تطہیر سے متعلق ہیں اور جن کے ذریعہ حضور اکرمؐ نے آیت کے مصداق افراد کا تعارف کرایا ہے تاکہ "اہلبیت دشمن"

عناصر بہ اندازہ کر سکیں کہ آل رسولؐ کو آیت تطہیر سے الگ کر کے اُن کی جگہ پر ازواج پیغمبرؐ کا بٹھا دینا حضور سرور کائناتؐ کی شان میں کتنی بڑی گستاخی ہے اور آنحضرتؐ کے مثالی کردار پہ کتنا بدنما دھبہ ہے

چونکہ آیت قرآنی کا مقصود سمجھانے کے لئے سرور کائنات سے بہتر کسی کی شخصیت نہیں ہو سکتی اس لئے اس مقام پر آپ ہی کی تفسیر کا سہارا لیا جائے گا اور آپ کی تفسیر کو دو حصوں پر تقسیم کر کے دونوں کی الگ الگ بحث ہو گی ایک حصہ آنحضرتؐ کے اقوال کا ہو گا اور دوسرا آپ کے افعال و کردار کا!

اقوال کے سلسلے میں نمونہ کے طور پر چند حدیثیں نقل کر کے انھیں کے تبصرہ پر اکتفا کی جاتی ہے تاکہ صاحبان بصیرت کے لئے سرمۂ چشم عقیدت بنے اور "کور باطن" "عناد کیش" افراد کے لئے وجہ اتمام حجت

۱۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ سیاہ بالوں والی چادر اوڑھ کر برآمد ہوئے۔ اتنے میں حسنؑ بن علیؑ آگئے انھیں بھی چادر میں لے لیا پھر حسینؑ آئے پھر فاطمہؑ آئیں اور آخر میں علیؑ آئے، حضور نے سب کو اپنی چادر میں لیکر آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی ــــــ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۷!

۲۔ پروردۂ رسالتمآبؐ عمرو بن ابی سلمہ کا بیان ہے کہ یہ آیت حضور اکرمؐ پر جناب ام سلمہ کے گھر میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ نے فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلا کر ایک کساء میں جمع کیا تھا اور دعا کی تھی "خدایا یہ میرے اہلبیتؑ ہیں ان سے برائیوں کو دور رکھ اور انھیں پاک و پاکیزہ رکھ" جس کے بعد جناب ام سلمہ نے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ "وانا معھم" میں بھی انھیں کے ساتھ ہوں

اور حضرت نے فرمایا تھا " انت علی مکانک وانت علی الخیر "

" تم اپنی جگہ پر رہو تم خیر پر ہو " ـــــ ترمذی ۲۰۴

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں لفظ اہلبیت آنے سے پہلے حضور اکرمؐ نے اپنے کلام میں یہ لفظ استعمال کر دی تھی اور آیت میں یہ لفظ اسی دعائے رسولؐ کی قبولیت بن کر نازل ہوئی ہے ـــــ تو کیا اس کے بعد بھی آیت میں اہلبیت سے یہی افراد مراد نہیں ہوں گے ؟

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جناب ام سلمہ نے دعائے رسولؐ میں شمولیت کی درخواست کی تھی لیکن آنحضرت نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ کیا اس کا یہ کھلا ہوا مطلب نہیں ہے کہ لفظ " اہلبیت " میں ازواج کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس بیت سے مراد کوئی ایسا مادی گھر نہیں ہے جس کے دائرہ میں ازواج داخل ہو سکیں

۳۔ حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی نے سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ آیت تطہیر کے نزول پر رسول اکرمؐ نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کو بلا کر بارگاہ احدیت میں عرض کی تھی " اللھم ھؤلاء اھلبیتی " خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں ـــــ خصائص ص ۴

اہل انصاف غور کریں کہ رسول اکرمؐ کے اس فقرہ کو آیت کی تفسیر کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے ؟ ظاہر ہے کہ پروردگار سے خطاب کا مطلب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ رسول اپنے اہلبیت کا اس سے تعارف کرا رہے ہیں اس لئے کہ اس سے بہتر اس حقیقت سے کون آگاہ ہوگا۔ بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہو سکتا ہے کہ آپ پروردگار

گواہ کرکے امت کے سامنے اہلبیت کی ہستیوں کو پہچنوا رہے ہوں ــــ وہ اہلبیتؑ جنھیں پہچاننے کے لئے آج بھی بعض مسلمان ارباب قلم تیار نہیں ہیں۔

۴۔ خطیب نے ابوسعید کے طریق سے جناب ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت گھر میں صرف علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ تھے میں دروازہ پر کھڑی تھی ایک مرتبہ میں نے حضور اکرمؐ سے عرض کی کہ میرے بارے میں کیا فرماتے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم خیر پہ ہو ــــ تاریخ خطیب ۹ ۱۲۷

حضرت ام سلمہ کا یہ سوال صاف بتا رہا ہے کہ آپ زوجہ کو اہلبیت میں شامل نہ سمجھتی تھیں ورنہ اگر اس بات کی کوئی بھی گنجائش ہوتی تو آیت ہی کو اپنے بارے میں بھی فیصلہ کن سمجھتیں الگ سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی!

اسی کتاب میں ایک دوسری روایت بھی ہے جس میں یہ فقرہ درج ہے کہ حضورؐ نے سب کو زیر کساء لیکر یہ اعلان کیا تھا "خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت رسولؐ کے گھر والے نہیں ہیں بلکہ وہ افراد ہیں جنھیں آپ نے چادر کے نیچے جمع کر لیا تھا چاہے گھر سے مراد یہی چادر رہی ہو یا بیت اللہ یا بیت النبوۃ ....

ابن عبد البر نے اصابہ کے حاشیہ پر مطبوعہ استیعاب کے ۲ ۲۷ پر اور ابن اثیر نے اسد الغابہ کی ۵ ۵۲۱ پر تقریباً یہی روایت درج کی ہے

۵۔ ابن جریر طبری نے ابوسعید خدری کے حوالہ سے رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ آیت پانچ افراد کی شان میں نازل ہوئی ہے میں۔ علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ ــــ تفسیر ابن جریر ۲۲ ۷

انھیں ابن جریر نے اسی مضمون کی ایک روایت حضرت علیؑ سے بھی نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ نزول آیت کے بارے میں سارے مفسرین و علماء سے زیادہ خبر رکھتے تھے

۶۔ سیوطی نے ابن جریر۔ ابن المنذر۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حوالے سے حضرت ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ اپنے بستر پر خیبری چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے تھے اتنے میں فاطمہؑ آ گئیں آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بلاؤ انھوں نے سب کو جمع کیا اتنے میں آیت تطہیر نازل ہوئی آنحضرت نے چادر کھینچ کر سب کو اوڑھا دی اور ہاتھ نکال کر دعا کی "خدایا یہ میرے اہلبیت اور میرے مخصوص افراد ہیں" ——— در منثور ۵ ۱۹۸

۷۔ محمد بن احمد مالکی نے اسباب النزول واحدی کے حوالے سے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول اکرمؐ میرے گھر میں تھے اتنے میں فاطمہ غذا لے کر حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا کہ اپنے بچوں اور اپنے شوہر کو بلاؤ انھوں نے سب کو جمع کیا ——— میں دور سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنی خیبری چادر سب کو اوڑھا دی اور بارگاہ احدیت میں دعا کی "خدایا یہ میرے مخصوص اہلبیت ہیں ان سے رجس دور رہے اور یہ مکمل طریقہ سے پاک و پاکیزہ رہیں" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں بھی آپ حضرات کے ساتھ ہوں". آپ نے فرمایا تم خیر پہ ہو ——— اتنے میں آیت تطہیر نازل ہو گئی ——— فصول مہمہ ص۶

اسی بات کو محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں حضرت ام سلمہ، عمرو بن ابی سلمہ،

زینب بنت ابی سلمہ، واثلہ بن الاسقف اور حضرت عائشہ کے طریق سے نقل کیا ہے

——— ذخائر العقبیٰ صت ۲۴

اس کے علاوہ احمد۔ طبرانی، خطیب بغدادی اور حاکم نے ابو سعید خدری، حضرت ام سلمہ، حضرت عائشہ کے حوالہ سے خمسہ نجبار کے بارے میں آیت کا نزول تحریر کیا ہے

علامہ شیخ عبدالقادر رافعی نے نیل المراد صت ۶۵ پر شاعر کبیر بوصیری کے قصیدۂ ہمزیہ کی تشریح کرتے ہوئے اصحاب عبار کی تعبیر رسول اکرمؐ۔ علی مرتضیٰؑ۔ جناب فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ سے فرمائی ہے

مفسر کبیر ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں آیت تطہیر کے خمسہ نجبار کی شان میں نازل ہونے کا تذکرہ پندرہ مقامات پر کیا ہے جن میں سے اہم ترین مورد یہ ہے کہ عوام بن حوشب نے اپنے ابن عم سے روایت کی ہے کہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا؟ انھوں نے فرمایا کہ تم ایسے شخص کے بارے میں سوال کر رہے ہو جو رسول اکرمؐ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھا اور جسے حضور نے اپنی بیٹی بیاہی تھی۔ میں نے یہ منظر بھی دیکھا ہے کہ حضور نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو زیر کسا لے کر یہ دعا کی "خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں انھیں تمام برائیوں سے دور رکھنا اور انھیں حق طہارت عطا کرنا" اور میں نے بڑھ کر عرض کی کہ حضور میں بھی آپ کے اہلبیت میں سے ہوں؟ تو آپ نے فرمایا "تنحی انک علی الخیر" دور رہو دور ———

تم خیر پر ہو

علامہ بغوی نے معالم التنزیل صت ۲۱۳ پر اسی روایت کو اس اضافہ کے ساتھ

نقل کیا ہے "انت من ازواج النبی" تم ازواج پیغمبرؐ میں سے ہو،

ان دونوں روایتوں سے یہ بہر حال واضح ہو جاتا ہے کہ ازواج و اہلبیت دو الگ الگ عنوان ہیں ورنہ حضور سرور کائنات اہلبیت میں داخلہ کی درخواست پر "تم ازواج میں سے ہو" واضح فقرہ نہ ارشاد فرماتے

رہ گیا "انک علی الخیر" تم خیر پر ہو ـــــ کا فقرہ تو اس کے بارے میں ہماری کوئی گفتگو نہیں ہے اس کی ذمہ داری راوی حدیث اور اس کے مذاق پر ہے وہ اس کے مفہوم سے بہتر آشنا ہوگا ـــــ ہمیں اس فقرہ سے صرف اس لئے مسرت ہوتی ہے کہ اس کی موجودگی میں روایت کو ام المومنین کے مخالفین کی "طبعزاد" نہیں قرار دیا جا سکتا ـــــ وہ لوگ اس مفہوم کے کسی طرح بھی قائل نہیں ہیں اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ خود ام المومنین اپنی ذات کو اہلبیت کی فہرست سے الگ کریں اور امت کے نادان افراد انھیں آیت تطہیر کا مصداق بنانے کی فکر کریں

اس روایت میں ایک غور طلب مسئلہ یہ بھی ہے کہ راوی نے ام المومنین سے اہلبیت کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا اور نہ اس کا ظاہری مقصد آیت تطہیر کی تفسیر کا دریافت کرنا تھا ـــــ اس نے صرف حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا تھا اور آپ نے انھیں محبوب محبوب خدا کہہ کر جواب بھی دے دیا تھا تو اب سوال یہ ہے کہ حدیث کسا کے بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی ؟ اس سلسلے میں روایت تو خاموش ہے لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ آپ کا ذاتی اہتمام رہا ہو یا مشیت پروردگار ـــــ لیکن مقصد یہ تھا کہ خدا و رسول کے محبوب ہونے کا سبب بھی بیان کر دیا جائے اور وہ یہ ہے کہ ان کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور

قدرت نے انھیں "اہل البیت" کے محترم لقب سے نوازا ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جو ان دونوں باتوں سے عاری ہے وہ اس درجہ کا محبوب نہیں ہو سکتا چاہے وہ زوجہ ہو یا صحابی ـــــ اور شاید یہی وجہ تھی کہ محبوبیت کا سبب بیان کرنے کے بعد آپ نے اپنی حیثیت بھی واضح کر دی اور یہ بتا دیا کہ خیبر پہ ہونا اور ہے منزل تطہیر ہونا اور ـــــ زوجہ نبی ہونا اور ہے اہل بیت نبوت ہونا اور ـــــ محبوبیت کے اعلیٰ مدارج دوسرے طریقے سے حاصل ہوتے ہیں پہلے وسیلہ سے نہیں، زوجہ کی محبوبیت بشریت کی بنا پر ہوتی ہے اور صاحب تطہیر کی محبت طہارت کی بنا پر ـــــ صحابی سے انس، رفاقت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اہلبیت سے انس اہلبیت کی وجہ سے!

مذکورہ بالا تمام روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آیت تطہیر میں وارد ہونے والے لفظ "اہل البیت" کے مصداق نبیؐ و علیؑ ۔ فاطمہؑ و حسنینؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے وہ صحابی ہو یا زوجہ ـــــ بلکہ زوجہ کے بارے میں تو روایات میں صراحت پائی جاتی ہے کہ زوجیت کا عنوان اہلبیت کے عنوان سے بالکل مختلف ہے ـــــ اور شاید یہی راز تھا کہ آیت نے بھی تطہیر کے اعلان تک پہونچتے پہونچتے ازواج و نساء کے عنوان کو ترک کر دیا اور اعلان طہارت کے لئے عنوان اہلبیت کا انتخاب کیا۔

"اہلبیت اور سنت"

یوں تو علم اصول کی اصطلاح میں سنت سے مراد قول وفعل وتقریر معصوم سبھی کچھ ہوتا ہے لیکن دوسری اصطلاح میں جب اس لفظ کا استعمال حدیث کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس سے مراد صرف معصوم کا طرز عمل اور ان کا کردار ہوتا ہے —— زیر بحث مسئلہ میں لفظ سنت کا استعمال اسی اعتبار سے ہوا ہے اس لئے کہ گذشتہ صفحات میں حضور اکرمؐ کے اقوال سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آیت کے "اہل البیت" سے مراد صرف خمسہ نجباء ہیں اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہے اور اب یہی بات حضور کے کردار سے ثابت کی جا رہی ہے —— ظاہر ہے کہ ایک مرد مسلم کے لئے رسول اکرمؐ کے قول وفعل سے زیادہ مستند اور کیا شے ہوسکتی ہے؟ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ کلمہ رسالت کو وردِ زبان کرنے والی امت ازواج واصحاب سے اپنی عقیدت کی تجدید کرے اور حضور سرورِ کائنات کی حیات اور آپ کے طرز عمل کی روشنی میں یہ فیصلہ کرے کہ آپ کے اہلبیت صرف آپ کے مخصوص گھر والے ہیں جن کا تذکرہ بار بار اوپر کی روایتوں میں کیا جا چکا ہے

۱۔ انس بن مالک راوی ہیں کہ نزول آیت تطہیر کے بعد سے چھ مہینہ تک حضور سرور کائنات ہر نماز کے وقت جناب فاطمہؑ کے دروازہ کی طرف سے گذرتے تھے اور باآواز بلند فرماتے تھے" الصلوٰۃ اهل البیت انما یرید اللہ۔ ۔ ۔ "

—— تفسیر ابن جریر طبری ۲۲۔ ۵

کھلی ہوئی بات ہے کہ جناب فاطمہؑ کا گھر ازواجؑ کا گھر نہ تھا اور نہ ازواج کو اس کے اہل میں شمار کیا جا سکتا ہے یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہر نماز کے وقت ازواج جناب فاطمہؑ کے گھر میں موجود رہیں —— اس لئے اس طرز عمل کا صاف سا مطلب یہ ہوگا کہ یہ حضرات اہلبیت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا اہلبیت میں شامل نہیں ہے،

اہلبیت کے لقب سے خطاب کرنے کے بعد بلا فاصلہ آیت تطہیر کی تلاوت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ یہ آیت تطہیر والے" اہل البیت" ہیں اسلئے انھیں حدیث کے اہلبیت کہنا سرکار دو عالمؐ پر چھ مہینہ تک بے ربط کام کی تہمت لگانے کے مترادف ہے جو کسی بھی مرد مسلم کے لئے زیبا نہیں ہے

۲۔ ابوالحمراء کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ صبح کو علیؑ و فاطمہؑ کے دروازہ پر آکر آواز دیتے تھے" الصلوٰۃ الصلوٰۃ اهل البیت انما یرید اللہ۔ ۔ ۔ "

ظاہر ہے کہ نماز صبح کے وقت علیؑ و فاطمہؑ کے گھر ان کے اور ان کے بچوں کے علاوہ کسی دوسرے شخص بالخصوص ازواج رسولؐ کے موجود ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ رسول اکرمؐ کے اس اعلان میں ان کو مخاطب فرض کیا جا سکے، اور یہ بھی ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ حضور کا منشا اہلبیت کو نماز کے لئے بیدار کرنا نہیں تھا

اس لئے کہ اہلبیت کی پوری زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ انھوں نے کسی لمحہ بھی اپنے نفس کو یاد خدا اور بالخصوص نماز جیسی اہم اطاعت سے غافل نہیں بنایا ـــــ ایسے حالات میں حضور کا یہ اہتمام صرف اس کام کے لئے ہو سکتا ہے کہ امت لفظ "اہل البیت" کے صحیح مصداق کو پہچان لے اور میرے بعد ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہ پیدا کر سکے لیکن افسوس کہ امت اسلامیہ نے آنحضرت کے کسی اہتمام کی قدر نہ کی

مسجد میں فاطمہ زہراؑ کی تعظیم کی گئی اور اسی مسجد میں ان کی تکذیب کی گئی

غدیر کے تپتے ہوئے صحرا میں علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا گیا اور اسے دوستی کا اعلان کہہ کے ٹال دیا گیا

حسنؑ وحسینؑ کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر مدینہ کی گلیوں کا دورہ کیا اور امت انھیں پشت فرس پر بھی نہ دیکھ سکی

اور ظاہر ہے کہ جو امت ایسے کھلے ہوئے حقائق کے انکار و تکذیب کی عادی ہو جائے اس سے کیا بعید ہے کہ آنحضرت کے اس پورے اہتمام اور آپ کی سیرت مبارکہ کے اس اہم پہلو کو نظر انداز کر کے آیت تطہیر سے آل رسولؐ کو نکال دے اور ان کی جگہ ازواج رسولؐ کو رکھ دے ـــــ یہ امت تو وہ ہے جس کے امیر شام نے شب ہجرت علیؑ کی قربانی کے قصیدہ "ومن الناس من یشری نفسہ" کو ابن ملجم کی شان میں نازل کر دینے کے لئے سمرہ بن جندب کو ۴ لاکھ درہم دیدیئے تھے، آپ خود ہی انصاف کریں کہ جب علیؑ کی جگہ ابن ملجم ملعون کو بٹھایا جا سکتا ہے تو ازواج رسولؐ تو بہر حال ایسی بھی نہیں جن سے

بارے میں خود حضرت نے " انت علی الخیر " کی سند عطا فرمائی تھی ۔

۳ ۔ ترمذی نے اپنی صحیح میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ چھ مہینہ تک نماز صبح کے وقت جناب فاطمہؑ کے دروازہ سے گذرتے تھے اور فرماتے تھے " الصلوٰۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ . . . .

شرح ترمذی ابن عربی ۱۳ / ۸۵

۴ ۔ سیوطی نے ابو الحمرا سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ مدینہ میں آٹھ مہینہ تک فاطمہؑ کے دروازہ سے گذرتے ہوئے آواز دیتے تھے " السلام علیکم اہل البیت انما یرید اللہ . . . . . "

درمنثور ۵ / ۱۹۹ ، اسد الغابہ ۵ / ۱۷۴ ، استیعاب ۴ / ۶۴

۵ ۔ ابن عباس راوی ہیں کہ میں نے سرکار دو عالمؐ کو نو مہینہ تک ہر نماز کے وقت حضرت علیؑ کے دروازہ پہ آکر " السلام علیکم اہل البیت انما یرید اللہ . . . . " کی تلاوت کرتے سنا ہے ۔

مذکورہ بالا روایات میں " ہر نماز " اور " باب علی " کی تخصیص خاص طور پر قابل توجہ ہیں ، انھیں روایات سے ایک بات واضح ہوجاتی ہے ۔ اور وہ یہ کہ اہلبیت کے لئے سلام کا استعمال سرکار دو عالمؐ کی سیرت کا ایک اہم جز رہے جسے آپ نے ۸ ، ۹ مہینہ تک امت کے سامنے پیش کیا ۔ مگر افسوس کہ بعض " اہلبیت دشمن " عناصر ان مقدس ہستیوں کیلئے " علیہ السلام " کے لفظ کے استعمال کو ناجائز تصور کرتے ہیں ۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ لفظ صرف سرکار دو عالمؐ کے لئے استعمال کیا جاسکتی ہے ان کے علاوہ کسی اور شخصیت کے لئے اس کا استعمال ناروا ہے ۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ اہلبیت علیہم السلام اس کلمہ کا استعمال خود سرکار دو عالمؐ نے فرمایا ہے

اہل بیت اور اجماعِ اصحاب

گذشتہ صفحات میں لفظ "اہلبیت" کے ذیل میں جن روایات کو نقل کیا گیا ہے ان کی کثرت اور شہرت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صدرِ اسلام میں اس لفظ کا مفہوم انتہائی واضح تھا اور اسی وضاحت پر اعتماد کر کے آیت نے بھی کسی کے نام کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی جب کہ ایسے اہم اور نازک موقع پر ان باتوں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے ـــــ دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس لفظ کی شہرت کن لوگوں میں تھی اور اس کے استعمال سے اصحاب رسول یا علماء کا ذہن کن ذوات مقدسہ کی طرف منتقل ہوتا تھا۔

بیان میں طول دینے کی ضرورت نہیں ہے صرف چند مواقع کا تذکرہ کر دینا ہی توضیح مقصود کے لئے کافی اور وافی ہوگا۔

۱۔ شداد بن عمار ناقل ہیں کہ میں واثلہ بن الاسقع کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں علیؑ کا ذکر آ گیا لوگوں نے انھیں برے الفاظ سے یاد کیا اور جب مجمع برخواست ہو گیا تو واثلہ نے مجھ سے کہا ذرا ٹھہر جاؤ تم سے اس شخص کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس کا ابھی تذکرہ ہو رہا تھا ـــــ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ یاد رکھو میں رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ اتنے میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سب آ گئے حضرت نے ان سب کے سر پر چادر ڈال کر یہ اعلان کیا "اللّٰھم ھؤلاء اھل

بیتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا

خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے رجس کو دور رکھنا اور انھیں اس طرح پاک کھنا جو حق طہارت ہے۔ تفسیر ابن کثیر

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیت سے ذریت رسول کا مراد ہونا اتنا واضح تھا کہ واثلہ نے ان لوگوں کی تردید میں آیت تطہیر کے علاوہ کسی اور فضیلت علیؑ کا ذکر نہیں کیا۔

۲۔ حکیم بن سعد کا بیان ہے کہ ہم نے جناب ام سلمہ کے سامنے حضرت علیؑ کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ آیت تطہیر میرے ہی گھر میں نازل ہوئی ہے۔ تفسیر ابن کثیر

کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر اہلبیت سے حضرت علیؑ کا مراد ہونا انتہائی واضح نہ ہوتا تو جناب ام سلمہ ان کے بارے میں ہونے والے سوال کے جواب میں آیت تطہیر کے نزول کا ذکر نہ فرماتیں بلکہ حضرت علیؑ کے کچھ اور کمالات بیان کرتیں یا حدیث والے اہلبیت کا تذکرہ کرتیں آپ کا ان تمام باتوں سے قطع نظر کرکے آیت تطہیر کے اہلبیت کا ذکر کرنا میرے دعوی کا ایک اور واضح اور بین ثبوت ہے جس میں تشکیک سوفسطائیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۳۔ علامہ شیخ عبدالمجید شرنوبی ازہری تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ "آل محمدؐ" کے معانی موارد و مقامات کے اختلافات سے بدلتے رہتے ہیں۔ زکوٰۃ کے سلسلے میں اس لفظ سے تمام بنی ہاشم مراد ہوتے ہیں لیکن جب محبت آل محمدؐ کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس سے مقصود صرف وہ اہل عبا ہوتے ہیں جنھیں رسول اکرمؐ نے زیر کساء جمع کرکے بارگاہ احدیت میں دعا کی تھی "خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں انھیں پاک

پاکیزہ رکھنا" جس پر آیت تطہیر نازل ہوئی تھی اور وہ حضرات حسنؑ و حسینؑ اور ان کے ماں باپ تھے اس روایت کو شیخ عبداللہ شبراوی نے اتحاف سینہ ص۵ پر ابن عساکر نے اپنی تاریخ کے ۴ ص ۲۰۴ پر ــــ محمد بن یوسف شافعی نے کفایت الطالب ص ۲۳۱ پر ــــ شیخ ابو بکر حنفی نے قرۃ العیون ا ص ۲۸۹ پر ــــ ابن عبدربہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جیسا کہ ہم نے سابق سے اشارہ کیا اور آئندہ بھی اسی کی طرف اشارے آتے رہیں گے

یہ باتیں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ آج کل کے قلم کاروں کی پیدائش سے پہلے نیک نیت علماء و اصحاب اہلبیت سے غرہ کو مراد لیتے رہیں گے مگر افسوس کہ آج کل ان مولفین نے نہ احادیث رسول کا احترام کیا اور علماء کی تحقیقات کا بلکہ اپنی من مانی کرنے کے لئے سبکو مورد طعن بنا دیا اور اس طرح اپنے لئے راستہ ہموار کر لیا ــــ

اہلبیت اور اہلسنت

یہاں تک لکھنے کے بعد میرے ایک کرم فرما بزرگ نے ایک رسالہ لاکر دیا جس کا نام تھا "اہلبیت اور اہلسنت" اور جس کے مؤلف کا عنوان انتساب کے ذیل میں "امہات المومنین کا سیاہ کار فرزند" درج تھا، رسالہ کو دیکھنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اس میں اہلبیت کے بارے میں علماء اہلسنت کی رائیں درج کی گئی ہوں گی لیکن افسوس کہ یہ خیال شرمندہ معنی نہ ہوسکا اور رسالے میں علماء اہلسنت پر کیچڑ اچھلتی ہوئی نظر آئی اور وہ بھی اس جرم میں کہ انھوں نے اہلبیت سے مراد ازواج رسولؐ کو نہیں لیا ہے بلکہ حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو مرکز آیت قرار دیا ہے

انداز تحریر یہ صاف بتا رہا تھا کہ مؤلف نے "ذوات اربعہ" کو چھوڑ کر امہات المومنین ہی کے فضائل و مناقب درج کئے ہوں گے لیکن افسوس کہ ایسا بھی نہ ہو بلکہ اُنکی ذوات گرامی کو بھی مختلف مظالم کا نشانہ بنا دیا گیا جس کی تفصیل درج کرنے کے لئے بڑا وقت درکار ہے اس وقت صرف ایک فہرست نقل کی جارہی ہے

یہ بھی واضح رہے کہ مؤلف کی نظر میں اتحاد بین المسلمین انتہائی غیر ضروری کام ہے اس لئے کہ اس سے ان کے عقائد پر ضرب لگتی ہے اور ان کے علماء محبت آل رسولؐ کی رو میں بہہ جاتے ہیں چنانچہ مقدمہ کتاب میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے "حضرات محدثین نہ منقلین معصوم نہ تھے ان سے بھی غلطی کا صدور ہوسکتا تھا اور ہوا" اور آخر کتاب میں مدرسین حدیث کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ "طلباء کو یہ چند اصول حدیث اچھی طرح

ذہن نشین کرادیں کہ جن لوگوں پر تشیع و رفض کا الزام بتصریح ثابت ہو ان کی روایت نہ تو فضائل اہلبیت میں معتبر ہے نہ مطاعن صحابہ میں"

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اہل تشیع کی روایت مطاعن میں ناقابل قبول ہو یہ تو خیر کسی حد تک مناسب بھی ہے اس لئے کہ انھیں دشمن صحابہ کہا جاتا ہے لیکن ازواج کے فضائل میں کیوں نہ قبول کی جائے کیا دشمن کی گواہی دلیل فضیلت نہیں ہوتی معلوم ہوا کہ مؤلف لاکھ کوشش کے باوجود آل رسولؐ کو اہلبیت لکھ گئے ہیں اور انھیں یہ خیال نہ رہ گیا کہ ان کے نزدیک اہلبیت سے مراد ازواج رسول ہیں بہر حال اب موصوف کے خیالات مختصر طریقہ سے نقل کئے جارہے ہیں تاکہ ان کی قابلیت و لیاقت کا بھی اندازہ ہو سکے!

ازواج

"جب اس پر (زوجہ) یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو عموماً مآل اندیشی دبے پاؤں اس سے دور ہٹ جاتی ہے اور وہ بلا کسی جھجک کے شوہر کی کمزوریوں کو ظاہر کر دیتی ہے۔ اس ناز کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ شوہر کی نصیحت اور تعلیم بیوی پر بہت کم مؤثر ہوتی ہے"

"مقدمہ شیخ الحدیث محمد اسحاق سندیلوی ۵"

"ان افکار کے ساتھ جب ازواج کی طرف سے یہ مطالبہ فراغت سنا تو آپ کو بہت رنج ہوا" ۲۳

"آپ کبیدہ خاطر ہو کر ایک بالاخانہ پر مقیم ہو گئے اور عہد کیا کہ ازواج سے کلام نہ فرمائیں گے یہ واقعہ ایلاء کے نام سے مشہور ہے" ص ۲۴

"زینت حیات، مذاق نبوی سے اختلاف، آزردگیٔ نبی کی گنہ گیوں سے آئندہ بچنے کے لئے تم کو سات دفعات پر مشتمل ایک پروگرام یہ بتایا جاتا ہے کہ ان پر کاربند ہو تو اے بیت نبی کی رہنے والیو تم تو تطہیر ملے گی" ص ۲۸

"اس میں حق تعالیٰ نے پہلے تو امہات المومنین کو ازواج رسول، نساء پیغمبر سے خطاب کر کے ڈانٹا ہے اور سزا سنائی ہے پھر دلجوئی اور دلشوئی کے انداز میں انھیں کو اہلبیت رسول کے لفظ سے خطاب کیا" ص ۲۸

"انھیں سے ناز زوجیت میں بلا مقصد ایذا دو تین امور ایسے سرزد ہو گئے تھے جن سے حضور کو رنج و اذیت پہونچی انھیں سے حضور نے ایک ماہ تک ترک مکالمت فرمائی تھی بس ایسی مستحق بھی تھیں کہ ان کو اہلبیت نبی کے زریں لقب سے تسلی دی جائے اور انھیں کو زندگی کا دستور العمل بتایا جائے کہ اس کے مطابق عمل کروگی تو عزت تعلیم ملے گی" ص ۲۹

"ایک بار سیدہ فاطمہؓ نے فراغت ملنے کی نیت سے باشارہ سیدنا علیؓ حضور سے کنیز و خادمہ مانگی تو آپ کو چونکہ آرام طلبی کی زندگی پسند نہ تھی اس لئے آپ نے اپنے جگر گوشہ کی درخواست منظور نہیں فرمائی مگر ان سے ترک مکالمہ بھی نہیں فرمایا یعنی حضور کو ان کی خواہش فراغت اتنی ناگوار نہیں گذری جتنی ازواج کی" ص ۲۹

ظاہر ہے کہ امہات المومنین کے بارے میں ایسے نازیبا کلمات کہ ان پر شوہر کی تعلیم کا اثر بہت کم ہوا یا ان سے آنحضرت رنجیدہ ہوئے یا آنحضرت نے ان سے بات کرنا

چھوڑ دی یا وہ آزردگی نبی کی گندگی میں مبتلا تھیں، یا انھیں حق تعالیٰ نے ڈانٹا ہے اور سزا سنائی ہے یا انھوں نے ناز زوجیت میں حضور کو ایذا پہونچائی ہے — ان کا کوئی سیہ کار فرزند ہی استعمال کر سکتا ہے ہماری مذہبی غیرت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ ان کے بارے میں اس قسم کے واقعات کو طشت از بام کریں اور پھر ان کا خدا سے ایسا رشتہ ثابت کریں کہ جب انکو ان تمام غلطیوں پر سزا سنادی تو یکبارگی ان کی دلجوئی کا خیال پیدا ہو گیا اور تطہیر کی آیت نازل ہو گئی گویا قدرت بھی ناز زوجیت پر فریفتہ ہو گئی اور انھیں ناز و اداؤں کو شرف طہارت و اہلبیت کا باعث قرار دے دیا

ص۲۹ کی عبارت انتہائی دلچسپ ہے کہ چونکہ انھیں ازواج سے آنحضرت کو اذیت پہونچی ہے اس لئے انھیں کو اہلبیت کے زریں لقب سے تسلّی دی گئی ہے گویا اذیت رسولؐ بھی ایک زریں لقب کا سبب ہوتی ہے جب کہ اذیت رسول بنص احادیث کفر کے مترادف ہوتی ہے

سچ کہا گیا ہے "نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے"

اہلبیت؟

ازواج کے بارے میں گوہر افشانی کرنے کے بعد مؤلف نے لفظ اہلبیت کی تحقیق شروع فرمائی ہے، پہلے تو یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ ازواج اہلبیت قرآنی ہیں اور اولاد رسولؐ اہل بیت حدیثی یعنی ازواج کو قرآن نے اہلبیت کہا ہے اور عترت کو احادیث نے اور اس کے بعد اس لفظ کے موارد استعمال کو جمع کر کے اس سے یہ نتیجہ

نکالنے کی سعی کی گئی ہے جس کا خلاصہ مؤلف ہی کی لفظوں میں درج ذیل ہے

" اگرچہ اہل کا لفظ ان پانچوں (بیوی، والدین، گھرانا، بھائی، ہم مذہب) معنی میں قرآن میں آیا ہے مگر اہلبیت کا لفظ صرف بیوی اور ماں کے معنوں کے لئے آیا ہے" ص ۳۲

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اہل اور ہیں اور اہلبیت اور ———— اہل کا اطلاق مختلف لوگوں پر ہوتا ہے اور اہلبیت کا اطلاق صرف بیوی اور ماں پر ———— لیکن سوال یہ ہے کہ جناب موسیٰ کے بارے میں یہ آیت " هل ادلكم على اهلبيت يكفلونه لكم " کیا میں تمھیں ایسے اہلبیت کا پتہ دوں جو تمھارے لئے اس کی کفالت کر سکیں " اس میں اہلبیت سے مراد خاندان کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ ماں پر تو آیت منطبق ہوتی ہے ورنہ کہنے والوں کے الفاظ تو عام تھے ————

" قرآن میں بیت کا لفظ یا تو مسجد، دین و مذہب کے معنوں میں آیا ہے یا نسب ہاشمی کے حجروں کے معنوں میں " ص ۳۳

یہ عبارت پہلی عبارت سے بالکل مختلف ہے اس لئے اس کی روشنی میں قرآنی عبارت سے اہلبیت اہل مسجد، اہل مذہب اور زوجہ تینوں کو کہہ سکتے ہیں اب صرف بیوی اور ماں کی تخصیص کہاں گئی؟

" احادیث میں اہل بیت کا لفظ حسب ذیل معنی میں آیا ہے۔ بیوی، چچیرے بھائی بہن، نواسی نواسے، بیٹی داماد، ہم مذہب، امتی، رعیہ " ص ۳۷

گویا کہ قرآن یا حدیث نے زبان عرب سے ہٹ کر کوئی نئے معنی ایجاد کئے ہیں یا دونوں کی الگ الگ اصطلاحیں ہیں ایک کی مراد کچھ ہوتی ہے اور دوسرے کی کچھ اور ———— معاذ اللہ ————

لطف کی بات تو یہ ہے کہ موصوف نے اس دعوے کے ثبوت میں جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے ان ہی حدیث ۱ میں حضرت عائشہ کے لئے اہل کی لفظ استعمال ہوئی ہے اہلبیت نہیں اور یہ خود ہی واضح کر چکے ہیں کہ اہل اور ہے اور اہلبیت اور ہے یہی حال حدیث ۲ میں ابوسفیان کا ہے، حدیث ۳ میں ذرہ بنت ابی لہب کیلئے بھی اہل کا استعمال ہوا ہے۔ حدیث ۴ میں واصلہ کے لئے بھی یہی کلمہ ہے۔ ام ہانی، اسامہ اور زینب کے بارے میں اہلبیت ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن اس کی حدیث نہیں نقل کی گئی ورنہ اس کی حقیقت بھی واضح کر دی جاتی

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث پیغمبرؐ میں آل رسولؐ کے علاوہ اگر کسی کے لئے اس لفظ کا استعمال ہوا ہے تو وہ ہیں جناب سلمان جیسا کہ مؤلف نے ص۳۶ پر خود بھی اعتراف کیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ عترت کے بارے میں "اللھم ھؤلاء اھلبیتی" ہے اور سلمان کے بارے میں "منا اھل البیت" جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ عترت اہلبیت ہیں اور سلمان انھیں اہلبیت سے وابستہ ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

چند عقلی پہلو

نقلی بحث کرنے کے بعد مؤلف نے چند عقلی شواہد پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور بزعم خود یہ ثابت کر دیا ہے کہ اہلبیت سے مراد ازواج رسولؐ ہی ہیں۔ ہم اپنی بحث کو مختصر رکھتے ہوئے صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دشمنی آل رسولؐ میں انسانی عقل کس حد

جواب دے جاتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"ا۔ بیت کے معنی ہیں رات گذارنا۔ شب باش ہونا۔ پھر مجازاً شب باشی کی جگہ۔ کوٹھری۔ پس مرد کی اہلبیت اصالتاً وہ ہے جو اس کے ساتھ رات کہیں گذارے" ص۴۵

مؤلف کی چابکدستی قابل تحسین ہے کہ پہلے تو بیت کے معنی بیان کئے پھر فوراً مجاز کی آڑ لی پھر شب باشی کی جگہ یعنی مصدر بمعنی ظرف مکان کو کوٹھری سے تعبیر کیا اور جب زمین ہموار ہو گئی تو فرمایا کہ اہلبیت اصالتاً وہ ہے جو اس کے ساتھ کہیں رات گذارے

سوال یہ ہے کہ لفظ کہیں سے مراد کیا ہے؟ اگر شب باشی کی کوٹھری مراد ہے تو وہ مجازی معنی ہیں اس کے اہلبیت اصالتاً کیسے ہو گئے؟ اگر عام مکان مراد ہے تو سارے گھر والے اپنے بزرگ کے ساتھ گھر میں رہتے ہیں زوجہ سے کیا خصوصیت؟

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ رات گذارنے سے ہم بستر ہونے کا مفہوم کہاں سے نکل آیا؟ کوئی شخص اپنے حالات میں یہ بیان کرے کہ تین راتیں فلاں کے ساتھ گذاریں تو کیا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے ساتھ جنسی تعلقات بھی رکھے ہیں — معاذ اللہ —

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب مجاز کا دروازہ کھل گیا تو بند کوٹھری ہی کی طرف ذہن کیوں جائے خاندان کو بھی تو بیت کہتے ہیں کعبہ کو بھی تو بیت کہتے ہیں ایسے پاکیزہ معنی کیوں نہ مراد لئے جائیں جو تطہیر کے شایان شان بھی ہوں

"۲۔ جب تک عورت یا مرد کی شادی نہیں ہوتی یہ لوگ اپنے باپ کے اہلبیت ہوتے ہیں ص۴۵"

ابھی تو اہلبیت اصالتاً شب باشی کیا کرتے تھے اب لڑکی اور لڑکا عارضی طور پر باپ کا اہلبیت ہو گیا خدا ہی جانے اس مخصوص شب باشی کی رسم کہاں سے نکل آئی؟

مزید لطف یہ ہے کہ شادی کے بعد لڑکی شوہر کے اہلبیت میں شمار ہوتی ہے اور لڑکا بھی بیوی کے اہلبیت میں ہو جاتا ہے علمار لغت کو چاہیئے کہ اس تحقیق کو فوراً نوٹ کریں ورنہ پھر کوئی بیان کرنے والا نہ پیدا ہوگا۔

صحیح مسلم میں فضائل کے ذیل میں یہ عبارت پائی جاتی ہے کہ زید بن ارقم سے اہلبیت کے بارے میں یہ سوال کیا گیا کہ کیا ازواج بھی اہلبیت ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ لا واللہ عورت تو چند روز شوہر کے ساتھ رہتی ہے اس کے بعد جب طلاق ہو جاتی ہے تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاتی ہے اسلیئے اسے شوہر کے گھر والوں میں کیونکر شمار کیا جا سکتا ہے

مؤلف موصوف اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

" سہ - اگر کبھی زن و شوہر میں طلاق سے مفارقت بھی ہو جاتی ہے تو مفارقت کسی کسی باعث اولاد سے بھی ہو جاتی ہے بیٹی تو ہمیشہ ہی کیونکہ وہ نکاح کی وجہ سے اپنے شوہر کی اہلبیت بن جاتی ہے اور وہیں کی ہو جاتی ہے اور بیٹے سے بھی خواہ گھریلو ناموافقت اور رنجش کے باعث یا دلآزاری۔ سرکشی اور عقوق کی بنا پر ص ۴۶"

اس عبارت میں حسب ذیل لطائف قابل توجہ ہیں

ا۔ موصوف اتنا بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ زوجہ کی مفارقت کے معنی رشتے کے ٹوٹ جانے کے ہیں اور رشتہ کا ٹوٹ جانا اس دروازے کے بند ہو جانیکے مترادف ہے جس سے وہ بیت میں داخل ہوئی تھی اور اولاد کی مفارقت گھر سے جدا ہو جانیکے معنی میں ہے جس سے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ب۔ اولاد کی مفارقت کو اہلبیت سے خارج ہونے کی دلیل قرار دینا یہ بتاتا ہے کہ مؤلف کی نظر میں اہلبیت کے لئے گھر میں موجود رہنا ضروری ہے اس لئے اہلبیت میں

انھیں لوگوں کا شمار ہو سکتا ہے جو کبھی گھر سے باہر نہ نکلیں لیکن مشکل یہ ہے کہ اس طرح بعض ازواج بھی دائرہ اہلبیت سے خارج ہو جائیں گی اور جناب فاطمہ بہر حال داخل رہیں گی

"ج ۔ شادی کے بعد بیٹی شوہر کی اہلبیت بن جاتی ہے" یہ بتاتا ہے کہ موصوف کی نظر میں اہلبیت ایک حجرہ شب باشی کے تابع ہیں ورنہ بیٹی عقد کے بعد باپ سے رشتہ نہیں توڑ لیتی ہے وہ بیٹی ہونے کے اعتبار سے باپ ہی کے اہلبیت میں شمار ہوتی ہے چاہے بقول مؤلف زوجہ ہونے کے اعتبار سے شوہر کی اہلبیت بن جائے اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے کہ ایک آدمی مختلف معانی کے اعتبار سے مختلف افراد کے اہلبیت میں شمار ہو

بیوی کے اہلبیت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ....

"۶ ــــ بیوی دراصل مرد کی دوست رفیق، کفو و ہم پلہ، ہمسر و ہم بستر، عزت و آبرو، ننگ و ناموس، جوڑ و گوئیں، زوج و جفت، شریک حالی و ہمخیال، ایک جان کی دوسری قالب اور شدت اتصال و غایت وابستگی کے باعث مرد کی مثنی ہو" ص ۴۶

غالباً موصوف کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ تقریر اہلبیت بنانے کے بجائے انفسنا کا مصداق بنانے کے لئے زیادہ مفید ہے اہلبیت میں رشتہ گھر سے ہوتا ہے صاحب خانہ سے اتنے شدید اتصال کا کیا سوال ـــ جبکہ نبی اکرمؐ کے تمام ازواج کو یہ حیثیت قطعاً حاصل نہ تھی ان میں بعض ایسی بھی تھیں جنھوں نے اس کا لحاظ نہیں کیا کہ ہم نبیؐ کی عزت و آبرو اور ننگ و ناموس ہیں بلکہ ہمیشہ اپنے کو جوڑ و گوئیں ہی سمجھتی رہیں، پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہی باتیں کسی شخص کو اہلبیت بنا دیتی ہیں تو دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا کہ بیوی غیر گھرانے کی غیر متعلق عورت نکاح کی دو لفظوں سے آئی روٹی کپڑا لیتی رہی ہو گھر میں

ڑی رہی شوہر کی ضروریات زندگی کو پورا کرتی رہی، ناز زوجیت میں شوہر سے جھگڑا کرتی
ہی اس کی تعلیم سے فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور طلاق کے دو کلمے سے رخصت ہو گئی برخلاف
س کے بیٹی، بھائی، نواسے یہ خون کے شریک دل کے ٹکڑے جگر کے پارے نسلی خصوصیات
کے شریک، آبائی ورثہ کے حصہ دار، گود کے پالے نبوت کے مزاج شناس ادب اخلاق
کے نمونے، ناز و انداز سے بیگانے، لعاب دہن رسالت سے پرورش یافتہ ان کا رشتہ
نا گہرا اور مضبوط ہوتا ہو کہ انھیں گھر والوں میں شمار کیا جائے نہ کہ ایک چلتے پھرتے مسافر کو
جس کے لئے گھر ایک چند روزہ منزل ہے اور بس!

تنقید حدیث کساء

علم حدیث سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والے حضرات اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ علماء اسلام نے بالعموم بلا تفریق مذہب و مسلک جہاں بھی آیت تطہیر کے نزول کا ذکر کیا ہے وہاں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جب حضور اکرمؐ نے ایک چادر کے اندر حضرت علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کو جمع کر کے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کیا تھا خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں اور اس کی قدرت کی طرف سے یہ تحفہ تطہیر نازل ہوا تھا، لیکن "اہلبیت و اہلسنت" کے مؤلف کو یہ بات بھی برداشت نہ ہو سکی اور انھوں نے بیک گردش قلم تمام علماء اسلام کو جاہل و غافل اور فریب خوردہ قرار دے دیا، جرم صرف یہ ہے کہ ان حضرات نے حدیث کساء کو نقل کر کے آیت تطہیر کا مرکز ازواج کے بجائے آل رسولؐ کو بنا دیا اور اس طرح مؤلف کے ذوق فساد فی الدین کی تسکین نہ ہو سکی

ظاہر ہے کہ مؤلف خود تو میدان حدیث و رجال میں تہی دامن تھے اس لئے انھوں نے جناب حبیب احمد صاحب کیرانوی کا سہارا لیا اور ان کے حوالے سے حدیث کسار کے تمام اسناد کو غیر معتبر قرار دینے کی ناکام سعی فرمائی

اس مقام پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قرآن مجید نے صحت روایت کا یہ قانون بنایا ہے کہ "اِن جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا" اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے آئے تو اس کی تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ اس پر اعتماد کر کے کوئی اقدام کر بیٹھو اور بعد میں شرمندگی اٹھانا پڑے" جس کا کھلا ہوا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی غیر فاسق یعنی عادل خبر لے آئے تو بلا تحقیق و تفحص صرف اس کے اعتماد پر قبول کر لو اس میں مذہب و مسلک کا کوئی سوال نہیں ہے راوی کو عادل ہونا چاہیئے اس کے کردار کو پاکیزہ ہونا چاہیئے اور بس۔ اور یہی وجہ ہے کہ علمار حدیث نے ہر مذہب و ملت کی روایتیں درج کی ہیں اور ان پر عمل بھی کیا ہے علمار شیعہ نے سکونی (سُنّی)، بنی فضال، فطحیہ وغیرہ سے روائتیں لی ہیں اور ان پر مذہب کی بنیاد قائم کی ہے اور علمار اہلسنت میں بخاری و مسلم وغیرہ نے اکثر رواۃ شیعہ بلکہ عمران بن حطان جیسے خارجیوں سے بھی روائتیں لی ہیں اور انھیں اساس مذہب قرار دیا ہے — علمار رجال نے بھی راویوں کے حالات لکھے ہیں تو اس بات کی تصریح کی ہے کہ فلاں کا مذہب فاسد تھا لیکن وہ ثقہ اور معتبر ہے۔ فلاں شخص سُنّی یا شیعہ تھا لیکن صادق و صدوق تھا اس لئے اسی کی روایت پر عمل کیا جائے گا لیکن افسوس کہ ان تمام قوانین و قواعد اور مسلمات علم و فن ٹھکراتے ہوئے جناب مؤلف نے صرف دشمنی آل رسولؐ میں حدیث کسار کے تمام اسناد کو باطل اور غیر معتبر ٹھہرانے پر کمر باندھ لی ،

ہمارے لئے تو اتنا ہی کیا کم تھا کہ ان روایات کو ان تمام اصحاب حدیث نے اپنی کتابوں میں

جگہ دی ہے جو فنِ حدیث و رجال میں مؤلف کے استادوں کے استاد تھے اور ازواجِ رسولؐ سے سچی محبت میں بھی ان سے کوسوں آگے تھے لیکن پھر بھی مؤلف اور ان کے مرشد کی اہلبیت دشمنی کا اظہار کرنے کے لئے مختصر طور پر ہر حدیث کی سند، اس پر ان کی تنقید اور اس تنقید کی تردید لکھ دینا ضروری سمجھتے ہیں، یاد رکھیئے کہ مؤلف نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حدیث کساء تقریباً سولہ مختلف سندوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور ان سب کا تذکرہ بھی کیا ہے لیکن پھر بھی حدیث درجۂ اعتبار تک نہ پہونچ سکی جبکہ ایک ایک غیر معتبر سند پر بڑے بڑے مسائل شریعت کی بنیاد قائم کر لی گئی ہے

۱۔ ابو کریب، حسن بن عطیہ، فضیل بن مرزوق۔ عطیہ، ابو سعید کلبی

تنقید! "اس میں سلسل دو راوی غیر معتبر ہیں۔ کلبی کافر، کذاب سبائی تھا اور عطیہ قلب اسانید کے جھوٹ کا مرتکب تھا" ص۸۵

تردید! کلبی کے بارے میں کافر و کذاب کی لفظ صرف اس لئے نقل ہوئی ہے کہ اسے سبائی یعنی عبداللہ ابن سبا کا پیرو اور حضرت عثمان کا دشمن فرض کیا گیا ہے اور چونکہ ہم اپنی کتاب "اللہ اکبر" میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ ابن سبا کا قصہ ایک فرضی افسانہ ہے اس لیے اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے ــــــ

عطیہ کو سند بدل دینے کا مجرم بتایا گیا ہے حالانکہ ان کے بارے میں ابن سعد نے طبقات ج۶ ص۲۱۲ پر تصریح کی ہے کہ وہ ایک مرد ثقہ اور معتبر تھے اور ظاہر ہے کہ انکی تصریح کے مقابلہ میں کیرانوی صاحب کی زبردستی کی کوئی وقعت نہیں ہے

۲ــ محمد بن مثنیٰ۔ بکر بن یحییٰ بن ریان۔ مندل۔ اعمش۔ عطیہ۔ ابو سعید خدری

تنقید! "اس میں مندل۔ عطیہ۔ ابو سعید یعنی ابن سائب کلبی تین راوی بدمذہب ہیں" ص۸۶

تردید! ابھی تک عطیہ سند بدلنے کا مجرم تھا اب بد مذہب ہوگیا، معلوم یہ ہوتا ہے کہ کیرانوی صاحب کو ان حضرات کے اعتبار پہ کوئی اعتراض نہیں مل سکا اس لئے مذہب کا سہارا لیا جبکہ مذہب کا فساد حدیث کی صحت کے لئے حسب ارشاد قرآن مجید مضر نہیں ہوا کرتا مزید لطف یہ ہے کہ پہلی روایت میں ابو سعید کلبی کا ذکر تھا جو ام سلمہ سے روایت کرتے تھے اور اس روایت میں ابو سعید خدری کا ذکر ہے جو براہ راست رسول اکرمؐ سے راوی ہیں اور کیرانوی صاحب نے دونوں کو ایک بنا کر ابو سعید خدری کو بھی غیر معتبر بنا دیا

۳۔۔ ابو کریب۔ وکیع۔ عبد الحمید۔ شہر بن حوشب فضیل بن مرزوق۔ عطیہ۔ ابو سعید خدری

تنقید! "اس میں کلبی، عطیہ اور شہر بن حوشب تین راوی بد مذہب ہیں ص۸۷"

تردید! کلبی کے بارے میں وضاحت کی جا چکی ہے عطیہ کی وثاقت کا تذکرہ طبقات ابن سعد میں موجود ہے، شہر بن حوشب کے بد مذہب ہونے کا کوئی ثبوت خود مولف نے بھی نہیں دیا۔ علاوہ اس کے کہ فساد مذہب ضعف روایت کا سبب نہیں ہوتا جب تک کذب ثابت نہ ہو جائے

۴۔۔ ابو کریب، مصعب بن مقدام۔ سعید بن زربی۔ محمد بن سیرین۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ ام سلمہ

تنقید! "حضور کا ان کو گٹھری بنا کر بائیں ہاتھ سے پکڑنا واقعی عجیب اور مناکیر میں سے ہے اور داہنے ہاتھ سے اللہ کی طرف نہ کہ آسمان کی طرف اشارہ کرنا عجیب ہے۔ اس روایت میں ابن زربی بد مذہب موجود ہے اسلئے ناقابل اعتبار ہو ص۸۷"

تردید: چونکہ روایت میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے سب کو چادر کے اندر بٹھا کر دونوں گوشے پکڑ لئے تا کہ کسی اور کی گنجائش ہی نہ رہ جائے اس لئے مولف کو یہ بات کھل گئی اور اپنی بدنفسی کا ثبوت دیتے ہوئے اُسے گٹھری سے تعبیر کر دیا۔ اس کے علاوہ روایت میں ہاتھ سے خدا کی طرف اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔ جس میں مولف کو عجیب چیز نظر آئی اور ان کے نزدیک خدا کے بجائے آسمان کا ذکر ضروری معلوم ہوا۔ مجھے روایت کے حرف حرف پر اصرار نہیں ہے لیکن اس اعتراض کے بارے میں قرآن مجید سے ایک نبی خدا کا یہ فقرہ نقل کئے دیتا ہوں :۔ " انی ذاھب الی ربی " میں اپنے خدا کی طرف جا رہا ہوں اب ظاہر ہے کہ جب ایک نبی خدا کی طرف جا سکتا ہے تو دوسرا اشارہ بھی کر سکتا ہے۔

رہ گیا ابن زربی کا بد مذہب ہونا تو وہ صحت روایت کے لئے مضر نہیں جب تک کہ ان کا کذب اور عدم وثوق ثابت نہ ہو جائے۔

(۵) ابو کریب۔ خالد بن مخلد۔ موسیٰ بن یعقوب۔ ہاشم بن عتبہ۔ عبداللہ بن وہب۔ ام سلمہ۔

تنقید: " اس میں خالد جیسا دشمن صحابہ موجود ہے "، ص ۸۸

تردید: " کاش دشمن صحابہ کے بجائے دشمن ازواج کی لفظ رکھی ہوتی تو کسی حد تک بات بن بھی جاتی اس لئے کہ لفظ اھل البیت کا جھگڑا ازواج اور عترت کے درمیان ہے اصحاب سے تو اس کا کوئی تعلق بھی نہیں ہے کہ ان کا دشمن ان کی مخالفت میں روایت تیار کرے پھر سوال یہ بھی ہے کہ دشمن صحابہ ہونا مضر کب ہے آخر ابوہریرہ۔ معاویہ۔ عمران۔ مغیرہ یہ سب دشمن علیؑ تھے یا نہیں؟ پھر ان سب کی روائتیں کیوں معتبر قرار دی گئیں علاوہ اس کے کہ خالد بقول ابن سعد (طبقات ۶ ص ۲۸۳) امام بخاری کے شیخ الحدیث ہیں بقول ابو داؤد۔ صدوق ہیں تو پھر ان کی روایت کے غیر معتبر ہونے کے کیا معنی ہیں۔؟

(۶) احمد بن محمد طوسی۔ عبدالرحمن بن صالح۔ محمد بن سلیمان اصفہانی۔ یحییٰ بن عبید مکی۔ عطا

عمر بن سلمہ ۔ ام سلمہ ۔

تنقید: ۔ اس روایت میں اصفہانی نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی ہے ۔ ص۸۸

تردید: غالباً مولف کو یہ خبر نہیں ہے کہ وہ بیسویں صدی میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں اور اس دور میں اتنے بھولے افراد سب مرچکے ہیں جو آنکھ بند کر کے ایمان لایا کرتے تھے اب یہ عذر بیکار ہے کہ فلاں نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی ہے بلکہ غلطی کا بیان کرنا ضروری ہے ۔ پھر یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ اس غلطی کی نسبت اسی غریب کیطرف کیوں ہے آخر روایت میں اور بھی افراد تو موجود ہیں ۔ اور اگر یہی سلسلہ چل گیا تو ہر روایت کے بارے میں آسانی سے کہ دیا جائے گا کہ راوی نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی ہے ۔ لہذا روایت بیکار ہے اور مذہب کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی ۔

(۷) ابن حمید ۔ عبد اللہ بن عبد القدوس ۔ اعمش ۔ حکیم بن سعد ۔ ام سلمہ

تنقید: "عبد اللہ خبیث رافضی ۔ ضعیف الحدیث رافضی المذہب تو نہیں ہے اکثر فضائل اہلبیت ہی کی حدیثیں بیان کرتا ہے ص۸۸ "

تردید: " تو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا ۔۔۔ اب معلوم ہوا کہ راوی کے فاسد المذہب اور غیر معتبر ہونے کا سبب کیا ہے ؟ صرف یہی کہ وہ فضائل اہلبیت کی حدیثیں بیان کرتا ہے ۔ خدا جانے مولف اور ان کے مرشد کو اہلبیت سے اتنی دشمنی کیوں ہے ۔ جبکہ یہ بھی امکان ہے کہ موصوف سید بھی ہوں اور انھیں اہلبیت کی اولاد میں شمار ہوتے ہوں پھر یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ سارا زور ازواج کے اہلبیت بنانے پر ہے اور خود بھی اہلبیت کی لفظ حضرت رسولؐ ہی کے لئے استعمال فرماتے ہیں ورنہ فضائل ازواج کا بیان کرنے والا تو سولی پر چڑھایا جائے گا اس کے ضعیف و غیر ثقہ ہونے کا کیا سوال ہے ؟

(۸) عبد الاعلیٰ بن واصل ۔ فضل بن دکین ۔ عبد السلام بن حرب ۔ کلثوم محاربی ۔ ابی عمار وائلہ ۔

تنقید: "فضل بن دکین شیعی ہیں مگر اس روایت کا وضع کرنے والا غالباً کلثوم محاربی ہے۔"

تردید: غالباً کی بھی ایک رہی۔ روایت کو ضعیف ثابت کرنے والا دہ نسخہ ہے جو ہر حکیم کے یہاں نہیں مل سکتا۔ کاش یہ تہمت فضل ہی کے سر رکھی ہوتی یا کم از کم کلثوم کو علم رجال کی روشنی میں جعلساز ثابت کیا ہوتا ورنہ یہ غالباً تو اپنی رسوائی اور اہلبیت دشمنی کے علاوہ کسی اور شئے کا سبب نہیں بن سکتا۔ پھر یہ بھی واضح رہے کہ فضل بن دکین بقول علامہ ذہبی امام بخاری کے شیخ الحدیث اور حجت ہیں (میزان الاعتدال) اور بقول ابن سعد ثقہ مامون کثیر الحدیث اور حجت ہیں (طبقات ۶ ـ ۲۷۹)

(۹) عبدالکریم ابن ابی عمیر ـ ولید بن سلم ـ ابو عمرو ـ شداد ـ ابو عمار ـ واثلہ

تنقید: "ابو عمرو راوی متہم ہے۔ متروک الحدیث، ضعیف الحدیث ـ منکر الحدیث ہے۔" ص ۹۰

تردید: مولف نے متہم ہونے کا کوئی سبب نہیں ظاہر کیا ہے۔ لیکن علم رجال کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ابو عمرو پر سوائے فساد عقیدہ کے کوئی اور تہمت نہیں ہو سکتی اور ظاہر ہے کہ یہ تہمت صحت روایت کے لئے مضر نہیں ہے۔

(۱۰) محمد ابن بکر ـ حماد بن سلمٰی ـ علی بن زید ـ ابن جدعان ـ انس

تنقید: "علی بن زید رافضی ہے شیعی لاباس بہ ہے اس کی حدیث لی اور لکھی جا سکتی ہے مگر یہ قوی نہیں ہے" ص ۵

تردید:۔ ماشاءاللہ لکھی جا سکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر راویوں کی روایت کا لکھنا بھی حرام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فن رجال میں لاباس بہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کی روایت پر عمل کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن مولف کی اہلبیت دشمنی اسے غیر قوی ٹھہرانے پر مجبور ہو گئی۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں علی بن زید کی روایت کو اخذ کرنے پر

اصحاب کا عمل ثابت کیا ہے جو عمل کی واضح دلیل ہے۔

(۱۱) وکیع۔ ابونعیم۔ یونس بن ابی اسحاق۔ ابوداؤد۔ ابوالحمرہ۔ انس

تنقید :۔ "ابوداؤد ضعیف ہے یہ نخالی رافضی تھا" ص ۹۱

تردید :۔ مولف کو قدم قدم پر یہی بات کھٹک رہی ہے اور وہ اپنی اہلبیت دشمنی سے مجبور ہو جاتے ہیں ورنہ رافضیت کسی وقت بھی صحت حدیث پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

(۱۲) عبدالاعلی ابن واصل۔ فضل بن دکین۔ یونس بن ابی اسحاق۔ ابوداود۔ ابوالحمرہ۔ انس۔

تنقید : ابن دکین شیعی ہے ص ۹۱

تردید : ابن دکین کے حجت ہونے کی عبارت ذہبی کی میزان الاعتدال اور ابن سعد کی طبقات ص ۲۷۹ سے نقل کی جا چکی ہے

(۱۳) ابن وکیع۔ محمد بن بشر۔ زکریا۔ مصعب۔ ابی شیبہ۔ صفیہ۔ عائشہ

تنقید : مصعب قوی نہیں ہے۔ مناکیر حدیثیں روایت کرتا ہے اس مضمون کی روایت عموماً ام سلمہ سے ہے مگر یہ عائشہ کی روایت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصعب ہی نے یا کسی نے سند بدل دی ہے ص ۹۱

تردید :۔ "معلوم ہوتا ہے" یہ بھی خوب عذر ہے۔ اس قسم کی روایت عموماً ام سلمہ سے ہے لہذا عائشہ سے ہونا غلط ہو گیا۔ اس منطق کا بھی جواب نہیں ہے گویا عائشہ کی طرف سے فضائل اہلبیت کی حدیث نقل ہو تو غیر معتبر ہوگی اس لئے کہ مولف کی نظر میں وہ بھی انھیں کی طرح دشمن اہلبیت تھیں۔

(۱۴) موسیٰ بن عبدالرحمٰن مسروق۔ یحییٰ بن ابراہیم۔ ہلال بن مقلاص۔ زبید۔ شہر بن حوشب ام سلمہ۔

تنقید : شہر بن حوشب ناقابل اعتبار ہے اور اس کا ام سلمہ سے روایت کرنا

قابل تعجب ہے۔

تردید: آپ کا تعجب صحیح حدیث کو غلط ثابت کر سکتا ہے ماشاء اللہ۔ لطف تو یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے غسل جنابت کی روایت نقل ہو تو تعجب نہیں ہے اور حضرت ام سلمہ سے کساکا واقعہ نقل ہو تو تعجب ہے

(۱۵) ابن مثنیٰ۔ ابو بکر حنفی۔ بکیر بن سمار۔ عامر بن سعد

تنقید: اس روایت کے اسناد کا حال کوئی ماہر فن رجال ہی بتلا سکتا ہے!

تردید: روایت کو ضعیف ثابت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے جس کی وحی علامہ کیرانوی اور مولف پر مشترک طور سے نازل ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات علم رجال سے قطعی بے خبر ہیں ان کا کام صرف اہلبیت کی دشمنی ہے جو بہر طور کر رہے ہیں۔

(۱۶) محمد بن عمار۔ اسماعیل بن ابان۔ صباح بن یحییٰ۔ سدی۔ ابو دیلم

تنقید: اس واقعہ میں حضرت علی بن حسینؓ نے شام میں اپنے کو اہلبیت کہا تھا لیکن مجھے آپ کے لئے یہ گمان بھی نہیں کہ آپ ازواج کے بجائے اپنے کو اہل بیت کہیں گے۔ اسماعیل۔ سدی۔ صدوق تو ہیں مگر ان کو وہم ہوتا ہے اور ان پر تشیع کا الزام بھی ہے ۹۲

تردید: ظاہر ہے کہ آپ کو کیسے گمان ہو سکتا ہے آپ تو اہلبیت کے دشمن اور ازواج کے نادان دوست ہیں۔ حضرت علی بن الحسینؓ تفسیر قرآن اور حقیقت کلام اللہ سے باخبر تھے انھیں تحریف و عناد سے کوئی سروکار نہیں تھا اس لئے ان کی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسماعیل بخاری کے استاد حدیث اور صدوق تھے اس لئے تشیع کا الزام صحت روایت کے لئے مضر نہیں ہو سکتا!

چند لطائف

مذکورہ بالا روایات کے اسناد کو بزعم خود باطل کرنے کے بعد مولف نے چند درایتی امور کا تذکرہ کیا ہے جن سے روایت کو مخدوش بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہمارا

فرض ہے کہ خاتمہ بحث میں ان لطائف کا بھی جائزہ لے لیں تاکہ مولف اور ان کی درایت دونوں کی حقیقت واضح ہو جائے۔

(۱) "امام طبری نے ان روایتوں کو تو بڑے زور شور سے لکھا ہے اور ازواج کے بارے میں حضرت عکرمہ کی روایت کو ابن عباس سے سب کے بعد میں لکھا ہے"۔

عکرمہ کے ساتھ حضرت کا لفظ بھی خوب ہے غالباً وہ بھی مولف موصوف کی طرح ایک حضرت تھے اور یقیناً تھے اس لئے کہ ان کی دشمنی علیؑ شہرۂ آفاق تھی۔ چنانچہ عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں۔ یاقوت رومی نے معجم الادبار اور شہرستانی نے ملل و نحل میں اس بات کا واضح اعتراف کیا ہے اور اکثر ارباب رجال و تاریخ نے انھیں خوارج میں شمار کیا ہے جن کا دشمن علیؑ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ لطیفہ تو یہ ہے کہ عکرمہ نے روایت کرنے کے بجائے بازار میں شور کرنا شروع کر دیا تھا کہ آیت اہلبیت کے بجائے ازواج کی شان میں ہے۔ جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ کھلم کھلا دشمن آل رسولؐ تھا اور اس کے اعلان میں ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ بعض ارباب رجال نے تو اسے کذاب سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) "ان روایات میں ۶ ترمذی نے اور ۱۳ مسلم نے لی ہے۔ باقی اس قابل بھی نہیں کہ صحاح والے اپنے ہاں لکھتے"۔

یاد رکھئے کہ یہ نمبر ۶ وہی ہے جس میں مولف نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کا احتمال ظاہر کیا ہے اور ۱۳ وہی ہے جس کے حضرت عائشہ سے مروی ہونے پر اظہار تعجب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں اعتراضات مہمل ہیں۔ اس لئے ان دونوں روایات کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور ایسی حالت میں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس مطلب کے لئے وہ معتبر حدیثیں جنہیں دو اصحاب صحاح نے نقل کیا ہے اسے نظر انداز کر دیا جائے اور جس کی کوئی سند نہیں ہے بلکہ عکرمہ خارجی نے گڑھا ہے اس پر اعتماد کر

لیا جائے سے ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

(۳) "اگر کسا کا واقعہ صحیح ہے تو اس کو ثقہ اور غیر متہم راویوں نے کیوں نہیں بیان کیا۔"

اس مسئلہ پر اظہار خیال کرنا انتہائی خطرناک ہے اس لئے کہ ان تمام روایات کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور رہ گیا ان کا متہم ہونا تو ظاہر ہے کہ جو بھی فضائل اہلبیت کی حدیثیں نقل کرے گا تو اگر غیر متہم بھی رہا ہوگا تو خوارج کی نظر میں متہم ہو جائے گا اس لئے کہ ایسے مسئلے میں غیر متہم افراد کا پیدا ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ اور حیرت تو یہ ہے کہ ایسے جلیل القدر اصحاب حدیث متہم قرار پا گئے اور عکرمہ جیسا خارجی متہم نہ بن سکا بات صرف یہ ہے کہ مولف کی نظر میں متہم اور غیر متہم کا معیار دوستی اور دشمنی آل رسولؐ ہے۔ ہر دوست متہم اور ہر دشمن غیر متہم۔ تعجب تو یہ ہے کہ موصوف نے مسلم اور ترمذی کو کیوں نہیں متہم بنا دیا۔ جنہوں نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے تاکہ ان کی کتابوں کا اعتبار بھی ختم ہو جاتا۔

(۴) "حضور نے بارہ حضرات کو اہلبیت کہا تھا تو کسا میں چار کو کیسے کہہ دیا۔"

یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ ان بارہ افراد کے اہلبیت ہونے کے لئے کوئی معتبر حدیث نہیں ہے ان میں اکثر کو اہل کہا گیا ہے اور صرف سلمانؓ کے لئے اہل البیت کا لفظ استعمال کیا ہے اور وہ بھی "منا اھل البیت" نہ کہ اہل البیت!

(۵) "ان روایات میں اختلاف ہے ایک روایت میں آیت کا نزول پہلے اور کسا کا قصہ بعد میں دوسری میں برعکس۔ ایک میں ازواج۔ دوسری میں ذوات ارابعہ۔ ایک میں کسا پر بٹھانا دوسری میں شامیانہ بنانا۔ ایک میں چادر اڑھانا اور ایک میں چاروں کو کوٹھری میں بند کرنا ص ۹۲-۹۳"

مولف کے قلم کی عیاری اس منزل پر ختم ہو جاتی ہے۔ موصوف نے روایات کو مشتبہ بنانے کے لئے پہلے تو صرف ایک واقعہ فرض کیا اور پھر چادر اڑھانے کو کبھی شامیانے سے تعبیر کر دیا کبھی اڑھانے سے اور کبھی کوٹھری بنانے سے حالانکہ یہ سب دھوکے بازی کی باتیں ہیں۔ بات صرف یہ

ہے کہ آیت ایک مرتبہ نازل ہوئی ہے اور وہ اس وقت جب پنجتن پاک زیر کسا جمع ہوئے تھے اور حضرت ام سلمہ نے داخلہ کی خواہش ظاہر کی تھی اور رسول اکرمؐ نے روک دیا تھا۔ لیکن آنحضرتؐ نے مختلف مواقع پر اس واقعہ کو دھرایا ہے تاکہ امت ان تمام دھوکوں میں مبتلا نہ ہوسکے جن میں آج مبتلا کیا جا رہا ہے اس کے بعد حضرت نے جناب فاطمہ کے دروازے پر آکر بار بار آیت کی تلاوت کی تاکہ اہل بیت کا صحیح تعین ہو جائے۔ لیکن خدا برا کرے تعصب کا کہ خوارج نے آنحضرت کی ان تمام کوششوں کو رائیگاں کر دیا اور آیت تطہیر کو اہلبیت سے جدا کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔

کسا کا واقعہ صرف یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے تمام حضرات کو چادر کے نیچے جمع کر کے چادر کے دونوں گوشوں پکڑ لئے جس کو ہر راوی نے اپنے الفاظ میں بیان کیا اور مولف نے اختلاف پیدا کرنے کے لئے اسی کو شامیانہ، چادر، گٹھری سے تعبیر کر ڈالا۔

واقعہ کی تکرار ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ کہیں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے اور کہیں حضرت عائشہ سے۔ چنانچہ مسند احمد کے جزء چہارم کا مطالعہ اس حقیقت کو بخوبی واضح کر دیتا ہے۔

تفضیل عائشہؓ و فاطمہؑ

اس کے بعد مولف نے یہ ایک غیر ضروری بحث چھیڑ دی ہے اور اپنے زعم ناقص میں اہل سنت حضرات کو الجھانا چاہا ہے۔ موصوف کا خیال یہ ہے کہ ان کی طرح باقی حضرات بھی جناب فاطمہؑ کی فضیلت کو برداشت نہ کر سکیں گے اور اپنی سیادت کی داد دیں گے لیکن دلچسپی کے لئے اس سلسلے کے بھی چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"قرآن میں حضور کی کسی بھی صاحبزادی کا نام نہیں آیا رہ گیا سورہ آل عمران میں نسائنا کا لفظ تو اس سے سیدہ فاطمہؑ کو مراد لینا غلطی ہے نساء ازواج کو کہتے ہیں، دختر کو نہیں ص ۵"

کاش مولف سے کوئی پوچھتا کہ ازواج کا نام کہاں آیا ہے؟ نساء ازواج کو کس لغت میں
...تے ہیں؟ فرعون کے بارے میں ابناء کے ذبح کرنے اور نساء کے چھوڑ دینے کا ذکر ہے تو کیا نساء سے
بیویاں تھیں۔ پھر رسول اکرمؐ مباہلہ میں ازواج کو کیوں نہیں لے گئے کیا حضور لغت سے باخبر نہ
العیاذ باللہ۔

"جس طرح نسل کے ناتے سیدہ فاطمہ کو حضور نے اپنا اہلبیت فرمایا اسی طرح عقل و
...کا فیصلہ ہے کہ حضور کی بقیہ تینوں صاحبزادیاں اور حضور کے تینوں فرزند بھی اسی ناتے اور
...اسی قوی استحقاق سے حضور کے اہلبیت تھیں اور یقیناً ہیں ص ۵۹"

جس طرح ذریت رسول ہونے کے ناتے حضور کی ایک دختر سیدہ فاطمہ، حضور کے نواسے
...بھی حضرات سیدنا حسنین، زینب، ام کلثوم حضور کے اہلبیت ہیں۔ اسی طرح اسی ناتے
...منطق اور اتنے ہی قوی استحقاق سے حضور کی دوسری دختران سیدات زینب، رقیہ
...کلثوم سے بھی حضور کے نواسی نواسے بھی مثل علی، امامہ، اولاد سیدنا ابوالعاص اموی،
حضرت عبداللہ بن سیدنا عثمان حضور کے اہل بیت ہیں ص ۵۹"

"یہ صحیح اور تسلیم ہے کہ موخر الذکر حضرات کے لئے صراحتاً لفظ اہلبیت احادیث میں ثابت
...ہے مگر اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ ان سے حضور کا رشتہ نہیں جو اول الذکر حضرات سے
...ص ۶۰"

افسوس دشمنی اہل بیت میں انسان کیا کچھ نہیں کہتا اور کرتا۔ تقاضائے عدل و عقل و منطق
...تقاق یہ تھا کہ یہ سب اہلبیت ہوں لیکن رسول اکرمؐ نے عدل و عقل و منطق سب کی مخالفت
اور دوسروں کا حق غصب کر لیا (معاذ اللہ) ابھی تک اہل بیت گھر کے رشتے سے ہوا کرتے تھے
...نسل کے رشتے سے ہونے لگے اور اس میں سارے خاندان کے داخل کرنے کی مہم چل گئی۔
...ت تطہیر میں صرف ازواج اہلبیت ہیں اور اس کے باہر ساری دنیا اہلبیت ہے، کاش موصوف
...دیث کو مذہب سے الگ ہو کر سمجھتے تو دوسروں کو اہلبیت نہ کہتے۔ ...نتیجہ نکال بیٹھے۔

اہل بیت کا معیار نہ گھر ہے نہ رشتہ و خاندان بلکہ ایک کمال خاص معیار ہے جو صرف حضرات پنجتن میں پایا جاتا ہے اور کسی دوسرے میں نہیں اسی لئے رسول عادل نے حقدار کو اہلبیت کہا اور نااہل کو اہلبیت نہیں بنایا خواہ وہ دنیا کی نظر میں یا اقربا کتنے ہی شرف و کمال کے مالک ہوں۔

"سیدنا حسین کا بچپن میں حضرت عمر کو ٹوک دینا کہ میرے نانا کے منبر سے اترو یا اسی قسم کے بعض اور کلمات دراصل ان فرزندان رسول کا ایک ناز تھا اور ان حضرات کو یہ کہہ دینا زیب بھی دیتا تھا مگر ان کے ان ناز بھرے کلمات سے دوسرے اہلبیت کے یا صحابہ کے برابر افضلیت میں کچھ فرق نہیں آتا ص ۳۲"۔

کیا اچھا اصول ہے؟ ازواج ناز زوجیت میں ٹوکیں۔ حضرت حسین ناز طفلی میں عمر کو ٹوکیں۔ نہ اول میں ازواج کی فضیلت پر حرف آئے اور نہ دوم میں عمر کی فضیلت پر۔ امام حسین نے ٹوک کر نااہل ظاہر کر دیا اور وہ بھی صحیح ہے آپ اتر آئے یہ بھی صحیح ہے اور آپ کا مرتبہ محفوظ رہ گیا یہ بھی صحیح ہے۔ ازواج نے ٹوکا یہ بھی صحیح۔ رسول کو تکلیف پہنچی یہ بھی صحیح۔ اور ازواج کو اس ادا پر اہلبیت کا لقب مل گیا یہ بھی صحیح۔ ماشاء اللہ جہاں کوئی اور راہ فرار نہ مل سکے وہاں ناز و انداز کا راستہ کھلا ہوا ہے۔

اگرچہ تفضیل عائشہ و فاطمہؑ کی بحث اس مقام پر قطعاً غیر ضروری تھی لیکن چونکہ مؤلف نے ازواج رسولؐ کی فرزندی کی لاج رکھنے کے لئے اس بحث کو چھیڑ ہی دیا ہے اور اپنے زعم ناقص سے یہ نتیجہ بھی نکال لیا ہے کہ حضرت عائشہ کا مرتبہ صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہؑ سے کہیں زیادہ بلند ہے اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ دو لفظوں میں اپنی رائے کا اظہار کر دیں۔

کسی شخص کے احترام کی دو جہتیں ہوا کرتی ہیں۔ کبھی احترام ظاہری حالات کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کبھی واقعی کمالات کی بنیاد پر بزرگوں کا احترام اعزا کا احترام، احباب کا احترام، شریف قوم کا احترام یہ سارے احترام

وہ ہیں جن کی بنیاد رشتہ، سن و سال اور ظاہری وجاہت پر رکھی جاتی ہے اسی باب سے ماں باپ کا احترام بھی ہے ماں باپ کسی بھی کردار کے حامل ہوں لیکن ان کا ظاہری احترام ضرور کیا جائیگا جسے قرآن کی زبان میں "صاحبهما فی الدنیا معروفاً" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی دنیا میں ان کیساتھ نیک برتاؤ کیا جائے لیکن واقعی احترام اسلامی نقطہ نظر سے تقوی اور کردار کی بنیاد پر ہوتا ہے جس کے بارے میں اعلان ہوا ہے" ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم " تم میں سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یعنی اس بزرگی کا لحاظ تقوی کے اعتبار سے ہے نہ کہ ظاہری وجاہت کے اعتبار سے

اس بنیاد پر امہات المومنین پر بھی دو طرح سے بحث ہوگی ایک ان کے مادری رشتے کے اعتبار سے کہ خالق کائنات نے انھیں امہات المومنین قرار دیا ہے انھیں ماں کا درجہ دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ رشتہ ظاہری ہے اور اس کا معاملہ بھی ظاہری ہوگا اس میں ساری ازواج شریک ہیں کوئی امتیاز نہیں ہے اور ایک ان کے اوصاف و کمالات کے اعتبار سے جس میں ازواج میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے خود مؤلف نے بھی حضرت خدیجہ کو سب سے افضل قرار دیا ہے جس کا سبب صرف زوجیت نہیں ہے بلکہ ان کے ذاتی کردار اور ان کے عمل کی واقعی عظمت ہے

جہاں تک ظاہری معاملات کا تعلق ہے وہ اپنے مقام پر محفوظ ہیں لیکن جب ظاہر حقیقت سے ٹکرا جاتا ہے تو معاملات ظاہر کی بنیاد پر نہیں

طے ہوتے بلکہ حقیقت مقدم کردی جاتی ہے مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجیے کہ ایک شخص کا باپ کافر ہے اسلام نے باپ کی حیثیت سے اس کے احترام کا خیال کیا ہے لیکن اگر یہی باپ اسلام کے مقابلے میں میدان جنگ میں آجائے تو اب وہ ظاہری احترام ختم ہو جائے گا اور بیٹے کا فرض ہو جائیگا کہ اسلام کی حفاظت کیلئے باپ کو قتل کر دے جیسا کہ صدر اسلام کی لڑائیوں میں ہوا ہے اور اسلام کے سچے مجاہدوں نے مذہب کے مقابلے میں رشتے کا کوئی خیال نہیں کیا ہے

بعینہ یہی صورت حال بعض ازواج رسولؐ کی بھی ہے کہ ان کا احترام اپنے مقام پر محفوظ ہے لیکن جب وہ میدان جنگ میں حضرت علیؑ کے مقابلے میں آجائیں گی تو اب علیؑ کی فوج کے سپاہیوں کا فرض ہوگا کہ ظاہری احترام کو پس پشت ڈال کر جہاد کے احکام پر عمل کریں امام وقت نفس رسولؐ کا تحفظ کریں اسلئے کہ رسول اکرمؐ نے بارہا اُن کی جنگ کو اپنی جنگ اور ان کی صلح کو اپنی صلح قرار دیا ہے

حضرت عائشہ کے بارے میں محبت رسول کی حدیثیں بیشمار درج کرلی گئیں لیکن دو باتیں ہمیشہ تشنۂ بیان رہ گئیں نہ یہ واضح کیا گیا کہ خود انھیں حضرت رسول اکرمؐ سے کس قدر محبت تھی؟ اور نہ یہ بتایا گیا کہ اس کمال محبت کا راز کردار کی کون سی خوبی تھی؟ بلکہ بار بار زوجیت ہی کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک طرف قرآن محبت خدا کیلئے اتباع رسولؐ کو ضروری قرار دیتا ہے اور دوسری طرف رسولؐ نے خود اپنی محبت کو اتنا ارزاں کر دیا ہے کہ اس میں کردار کی خوبی کا ذکر ہی نہیں

آتا ہے صرف زوجیت ہے جس کے ناز اس حد تک بڑھ جاتے ہیں ۔
ام المومنین اپنے حدود سے تجاوز کر جاتی ہیں اور وہ نوبت آجاتی ہے
جس کے بعد سورہ تحریم نازل ہو کر رسولؐ اسلام کو تسکین دیتا ہے کہ اگر
یہ دونوں (عائشہ و حفصہ) آپ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو آپ کی مدد کیلئے
خدا، جبریل اور صالح مومنین موجود ہے" اور خود ان امہات المومنین کو
تنبیہہ کی جاتی ہے کہ "تم دونوں توبہ کرو اس لئے کہ تمھارے دلوں میں
کجی پیدا ہو گئی ہے"۔

جناب فاطمہؑ کے بارے میں "سیدۃ النساء" کی روایت پر مولف نے کافی
دلچسپ اعتراضات کئے ہیں لیکن مجھے ان لاطائل بحثوں سے کوئی سروکار
نہیں ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ سیادت کی روایت سے زیادہ اہم جناب
فاطمہؑ کے حق میں رسول اکرمؐ کا یہ فقرہ ہے "فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے"
"خدا فاطمہؑ کے غضبناک ہوتا ہے" بخاری، مسلم، الامامۃ والسیاسۃ
ازواج کی محبت کی غیر معیاری اور مصنوعی روایات کو الگ کرنے
کے بعد جناب فاطمہؑ کی اس عظمت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عائشہ
تو درکنار خود حضرت خدیجہ بھی جناب فاطمہؑ کی منزل میں نہیں آسکتیں اسلئے
کہ کسی کے غضب پر خدا و رسول کے غضب کا موقوف و منحصر ہو جانا اس
بلندی کردار کی دلیل ہے جس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے گویا رسالت نے
اس بات کی ضمانت کر لی ہے کہ فاطمہؑ کسی موقعہ پر بھی کسی شخص پر بلا سبب
غضبناک نہیں ہو سکتیں ورنہ خدا کو بھی اپنے غضب کا اظہار کرنا پڑیگا اور یہ
بلندی نفس کی وہ منزل ہے جس پر دنیا کی کوئی دوسری خاتون فائز نہیں ہے

بلکہ میں حدیث کی روشنی میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اگر جناب فاطمہؑ خود حضرت عائشہ پر بھی غضبناک ہو جائیں تو اسے شوہر کی حمایت یا جذبات پر محمول نہیں کیا جاسکتا، مسائل میراث سے ناواقفیت کی آڑ نہیں لی جا سکتی بلکہ خدا و رسول کو بہر حال اپنے غضب کا اعلان کرنا پڑے گا جب کہ انھوں نے اپنے غضب کو فاطمہؑ کے غضب سے وابستہ کر دیا ہے،

اہل انصاف غور کریں کہ مقام موازنہ میں جناب فاطمہؑ کے مقابلے میں ام المومنین عائشہ یا کسی بھی دوسری خاتون کا نام لینا احادیث پیغمبر کے معانی سے کس قدر بے خبری کی دلیل ہے جب کہ سب کی عظمت و محبوبیت ایک فاطمہ کے غضبناک نہ ہونے پر موقوف ہے ———!

آئندہ اشاعت

"ذہنی کشمکش اور مذہب"

ماہ جولائی میں منظر عام پر آرہی ہے

صفحات تقریباً ۲۰۰

قیمت ۲ روپیہ

ہماری دوسری کتابیں

ابو طالب مومن قریش	قسم اول ۶ روپیہ	قسم دوم ۴ روپیہ
الامام الصادق والمذاہب الاربعہ	" ۷ روپیہ	" ۵ روپیہ
نص و اجتہاد	تین روپیہ	
کربلا	ایک روپیہ	
مقتولین معاویہ	ایک روپیہ ۲۵ پیسے	
حالات امام جعفر صادق ؑ	۲۵ پیسے	
نماز	۲۵ پیسے	
وضو	ایک روپیہ ۲۵ پیسے	
شہداء ایمان	ایک روپیہ	
فدک	دو روپیہ ۲۵ پیسے	
فتنۂ صحابیت	۵۰ پیسے	